درس حدیث

محمد اظہر مدنی

جادو سے گھبرائیں نہیں، بلکہ شرعی علاج اپنائیں

''عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه ان جبریل اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا محمد اشتکیت؟ فقال: نعم، قال: بسم الله أرقیک، من کل شئی یؤذیک، من شر کل نفس أو عین حاسد، الله یشفیک باسم الله ارقیک'' (رواہ مسلم ومسند احمد:۱/۲۸، ۵۶، ۵۸، ۷۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، تو جبریل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھ کر دم کیا: ''**بسم الله أرقیک، من کل شئی یوذیک ومن شر کل نفس أو عین حاسد، الله یشفیک بسم الله ارقیک**''۔ اللہ کے نام سے میں آپ کو دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے اور ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی بدنظر سے۔ اللہ آپ کو شفا دے گا۔ اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہم سب کا مالک اور خالق حقیقی ہے۔ وہی نفع ونقصان کا مالک ہے۔ وہی صحت وسقم اور بیماری وشفایابی عطا فرماتا ہے اور سارے امراض واسقام اسی کے حکم سے ہوتے ہیں۔ کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کا علاج اور دوا اللہ رب العالمین نے نازل نہ فرمائی ہو۔ موجودہ دور میں جادو اور ٹونہ نے ایک خطرناک مرض کی شکل اختیار کرلی ہے اور اس کے معالج شرعی طریقۂ علاج بتانے کے بجائے سیدھے سادھے لوگوں کو اوہام اور بے سروپا باتوں سے گمراہ کرنے اور ان کے عقیدہ میں سیندھ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جادو ٹونہ اور نظر بد کا لگ جانا ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ یہ بیماری جس قدر تکلیف دہ اور بسا اوقات مہلک ثابت ہوتی ہے اسی قدر شریعت اسلامیہ نے اس سے بچاؤ کے لیے تدابیر اور تحفظات بھی بیان کئے ہیں۔ رب العالمین کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اس خطرناک مرض کے لگنے سے پہلے ہی اس کے شرور اور خطرناکیوں سے بچنے کے لیے ایسی تدابیر اور دعاؤں کی نشاندہی فرمائی ہے کہ انسان اس کے ذریعہ جادو ٹونہ اور نظر بد کے لگنے سے پہلے اور بعد میں بھی خود اپنا اور دوسروں کا علاج کرسکتا ہے اور اس نسخہ ربانی سے اپنے آپ کو جادو اور نظر بد سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مرض کی شکایت ہوئی تو حضرت جبریل امین نے مذکورہ دعاء پڑھ کر دم کیا۔ چنانچہ شرعی طریقے سے جادو، ٹونہ اور نظر بد کا علاج کرنا چاہئے اور یہ بالاتفاق درست وجائز ہے اور اس کے علاج کے لیے کسی مستند وباشرع عالم دین اور مناسب معالج، ڈاکٹر یا حکیم کی مدد لے سکتے ہیں اور ان تمام وسائل کا استعمال کرسکتے ہیں جو شرعا جائز ہیں اور یہ طریقے توکل کے منافی نہیں ہے، بلکہ عین مطابق ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کلی کرتے ہوئے ان شرعی اور جائز طریقوں کا استعمال کیا۔ البتہ اس بات کا خیال رکھنا بیحد ضروری ہے کہ ہم کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کریں جو حرام ہو گرچہ اس سے شفا ملنے کی توقع ہو۔ کیوں کہ حرام چیز سے علاج کرنا حرام ہی ہے۔ نیز اس قسم کے چالباز جادوگر، شعبدہ باز، نیم حکیم جاہل مولوی، مشرک وبدعتی جھاڑ پھونک کرنے والے شیاطین کی مدد سے ایسے لوگوں کا استحصال کرتے ہیں اور ان کو ڈرا کر اپنے جال میں پھانستے ہیں اور ہر طریقے سے اس کا استحصال Exploit کرتے ہیں۔ خصوصا خواتین کے ساتھ جادو، ٹونہ، تعویذ، گنڈا اور نظر بد کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے وہ ناگفتہ بہ اور افسوس ناک ہے۔ چنانچہ ہم سب کو بشمول خواتین کے ایسے راستے اور ایسے افراد کے پاس جانے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ''**من اتی کاهنا یصدقه بما یقول فقد کفر مما انزل علی محمد صلی الله علیه وسلم**'' جو کسی کاہن کے پاس آیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آکر اس سے کوئی بات پوچھتا ہے پھر اس کی تصدیق کرتا ہے تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔ صحیح بخاری کی ایک لمبی حدیث میں ''جادو'' کو سات ہلاک کردینے والی چیزوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس مہلک اور حرام کام سے بچنا چاہئے جو انسان کی دنیا وآخرت برباد اور انسان کے عقیدہ اور ایمان پر کاری ضرب لگاتا ہے۔

رب العالمین سے دعا ہے کہ ہمارے سماج ومعاشرہ سے اس گناہ کبیرہ اور حرام ومہلک بیماری کو ختم فرمادے اور جو لوگ اس قسم کا غیر شرعی طریقہ اختیار کرتے ہیں جس سے خلق کثیر پریشان ہے انہیں توبہ کرنے اور راہِ ہدایت پر گامزن ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ **وصلی الله علی النبی وسلم تسلیما کثیرا**

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
سیرت طیبہ اور قرآن کریم	۶
نیک بیوی	۹
سعودی عرب - زندہ باد، پایندہ باد	۱۱
اللہ اور رسول کی اطاعت اور اس کی اہمیت	۱۳
مشکلات در مشکلات پیدا نہ کریں	۱۷
کورونا وائرس سے بچنے کا طریقہ	۱۹
حقوق انسانی کا ضامن صرف اسلام ہی ہے	۲۲
اللہ کے حقوق اور بندے کے حقوق	۲۴
حمد	۲۵
ڈاکٹر موریس بوکائلے کے قبول اسلام کی کہانی	۲۶
اسلام اور اخلاق حسنہ	۲۸
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۰
جماعتی خبریں	۳۱
اعلان داخلہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ______ ۷/روپے
پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

رہ گئی رسمِ اذاں...

اقبال نے کہا تھا:

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ اشیاء کبھی اپنی حقیقتوں سے عاری اور خالی نہیں ہوتیں۔ آگ اپنی حدت سے جدا نہیں ہوسکتی، پانی اپنی لطافت سے الگ نہیں ہوسکتا، وھلم جرا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ متعدد عوارض، اوقات اور حالات کے پیش نظر بہت سی چیزیں اپنے حقائق اور تاثرات سے یکسر خالی وعاری ہوجاتی ہیں۔ جبکہ بعض اوقات ان کے تاثرات وخواص اپنی اصل اور حقیقت سے بالکل ماوراء لگتے ہیں۔ اقبال نے اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

سعدی علیہ الرحمہ نے جب کسی کو قرآن پڑھتے سنا تھا جو قرآن کے اپنے الحان واوزان اور انماط واحرف سے ہٹ کر لحن جلی وخفی میں قرأت کررہا تھا ''تغنی بالقرآن'' اور ''رتل القرآن ترتیلا'' کے جادۂ حق سے ہٹ کر اسے مشق ستم بنا رہا تھا اور آداب قرأت سے پہلوتہی کی جارہی تھی تو کہا تھا:

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

جامعہ سلفیہ بنارس کے منصب مشیخت پر عرصۂ حیات تک متمکن اور اولین شیخ الجامعہ فضیلۃ الشیخ عبدالوحید رحمانی رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ اپنے دروس میں اکثر ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک نومسلم نے ایک مؤذن کی ایسی کریہہ آواز سنی اور یہ حادثہ اس کے لئے اتنا اچانک تھا کہ وہ اسلام کے اہم ترین فریضہ نماز کے نقطۂ آغاز کو اس قدر وحشت ناک وکرخت ناک تصور کرکے ارتداد کا شکار ہوگیا۔ اسلامی تاریخ میں جہاں دسیوں ایسے واقعات اگر بھرے پڑے ہیں کہ قرآن واذان کو سن کر لوگ والہانہ وپروانہ وار اسلام پر فدا ہوگئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، تو کیا عجب کہ اس کے رخ زیبا کو بگاڑ کر اسے پیش

کرنے کی وجہ سے انسانی طبائع نامانوسیت اور وحشت کی شکار ہو جائیں۔ جیسا کہ آج اسلام کو اپنی تمام تر خوبیوں، ممیّزات، امتیازات اور خصائص کے باوجود ان کے حاملین کے گفتار و کردار کی وجہ سے مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے اور اس پر دنیا جہان کے اعتراضات اور الزامات کے طومار باندھے جارہے ہیں۔ حتی کہ مسلمانوں کی تنزلی وانحطاط اور ذلت ونکبت کو اسلام کے سر ڈالنے کی اور غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس میں ادنی تعجب وتامل کی گنجائش ہی کہاں ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں، کج فہمیوں اور الزام تراشیوں کے لئے ہم نے خود اتنے طرح کے مواد اور حالات پیدا کر رکھے ہیں کہ ایک مخلص اور خالی الذہن انسان بھی اس کا شکار ہوسکتا ہے، چہ جائیکہ وہ قومیں اور جماعتیں جو محض اسی لئے وجود میں لائی گئی ہیں کہ اسلام کے خلاف جتنا ہوسکے اور جس شکل میں ہوسکے سازشیں رچیں اور اسے بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اس سلسلہ میں دنیا کی ڈھیروں انجمنیں، جماعتیں اور مشن کام کر رہی ہیں اور پوری پلاننگ اور اخلاص سے یہ مذموم کام انجام دیا جا رہا ہے۔

ایک مصری ڈاکٹر نے اپنی کتاب (معجم دیانات واساطیر العالم) کے مقدمے میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ”شدید سردی کی ایک صبح تھی۔ میں لندن میں پیدل چلنے والوں کے لئے مختص انڈر پاس سے گزر رہا تھا۔ فٹپاتھ پر رکھی ہوئی کتابوں کے ڈھیر نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ کتابوں سے زیادہ ان کا انوکھا موضوع اچنبھے کا باعث بنا۔ فٹپاتھ پر موجود ساری کتابوں کا محور ”الحاد“ تھا۔ ساری کتابیں مذہب مخالف تھیں اور کسی نہ کسی شکل میں دینی آگہی کے خلاف ناقدانہ خیالات کا پلندہ تھیں۔ ان میں ایک B-Russell (1872-1970) کی کتاب۔ ”میں مسیحی کیوں نہیں ہوں؟“ ان میں D. Strauss (1808-1874) کی بھی کئی کتابیں تھیں۔ جن میں سرفہرست ان کی کتاب ”یسوع کی زندگی“ تھی۔ ان میں L-Feuer Bach کی کتابیں بھی تھیں۔ خصوصاً ”عیسائیت کا جوہر“ اور ”دین کا جوہر“ وغیرہ۔ میں نے کتب فروش سے سوال کیا: بھائی صاحب! یہاں دین مخالف کتابیں محض اتفاقیہ طور پر جمع ہوگئی ہیں یا جان بوجھ کر اس قسم کی کتابیں لائی گئی ہیں؟ کتب فروش نے اپنے کندھے اچکاتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کہنے لگا مجھے کچھ نہیں پتہ۔ میں تو یہاں ملازم ہوں۔ اس نے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی ایک بزرگ خاتون سے استفسار کا مشورہ دیا۔ بڑی بی سرد موسم میں سورج کی کرنوں سے لطف اٹھا رہی تھیں۔ میں نے ان سے مذکورہ سوال کیا تو کہنے لگیں: جی ہاں! اس انداز کی کتابیں جان بوجھ کر جمع کی گئی ہیں۔ دراصل ہم الحاد کا پرچار کرنے والی انجمن کے رکن ہیں۔ بوڑھی خاتون قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگی: تم کہاں سے آئے ہو؟

میں نے جواب دیا: مصر سے۔

کہنے لگی، افوہ! مصر میں ہماری انجمن کی کوئی شاخ نہیں، ترکی میں تو ہے۔

میں نے بوڑھی خاتون سے دریافت کیا: آیا آپ کو یقین ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں سے دینی شعور کھرچ کر پھینک سکیں گے؟

بوڑھی خاتون نے پوری قوت سے جواب دیا ہرگز نہیں۔ یہ ہمارا مقصد بھی نہیں ہے۔ ہمارا اصل ہدف تو بچوں کو مذہب کی تعلیم دینے سے باز رکھنا ہے۔ آپ لوگ کم عمری میں بچوں کے ذہنوں میں بڑوں کے عقائد کے بیج ڈال دیتے ہیں اور بچے کمسنی میں اپنا دفاع نہیں کرسکتے۔ سن بلوغ کو پہنچنے تک بچوں کے ذہنوں پر مذہب کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس کے بعد وہ کسی بھی مذہب کے مطالعے کے سلسلے میں آزاد ہوں اور جو مذہب چاہیں اختیار کریں۔

مصری ڈاکٹر لکھتے ہیں: میں بوڑھی خاتون، اس کی انجمن، اور اس کی کتابوں کو چھوڑ کر آگے تو بڑھ گیا۔ البتہ بڑی بی نے جو جملہ کہا تھا وہ میرے دماغ سے چپک کر رہ گیا کہ ”ان کی انجمن لوگوں کے ذہنوں سے دینی آگہی ختم نہیں کرسکتی اور نہ یہ ان کے مشن کا حصہ ہے۔ کیونکہ یہ ہدف ناممکن الحصول ہے۔۔۔“

حقیقت یہ ہے کہ الحاد کا پرچار کرنے والی کتابیں دین کی کسی نہ کسی شکل پر نکتہ چینی کرتی ہیں تاہم یہ دین کے جوہر کو نہیں چھیڑتیں، کیونکہ دینی شعور ہر انسان کے

دل کی گہرائی میں چھپا ہوتا ہے، بلکہ دینی شعور انسان کی حقیقت کا اٹوٹ حصہ ہے۔ٹھیک عقل کی طرح...''(دیکھئے معجم دیانات واساطیر العالم، جلدا)

اس واقعے پر مصری ڈاکٹر کے تبصرے سے پتہ چلتا ہے کہ دین اور خصوصا دین اسلام جو دین فطرت ہے اس کو دلوں اور نسلوں سے ختم کر دینا انسانی حیلوں اور کوششوں کے بس کا روگ نہیں ہے اور نہ ان عظیم ترین الحادی جماعتوں کا یہ مقصد ہے، بلکہ اس کے اثرات سے کم از کم بچوں کو ابتدائی ادوار میں محفوظ رکھنے کی یہ ایک کوشش ہے۔عمر کے ایک خاص مرحلے اور تعلیم کے ایک دور کے گذر جانے کے بعد ہر انسان حر اور آزاد ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔اس بات کو ہم جتنے شد و مد سے برا کہیں اور حقیقت میں برا ہے بھی،مگر جو وجوہات اور اسباب بیان کئے گئے ہیں کیا وہ وزن دار اور لائق اعتبار نہیں ہیں؟ دین خصوصاً دین فطرت سے آشنائی سے قبل ہی ہر بچے کو بچپن ہی میں دین کے نام پر بالکل اس کے اضداد پر کاربند کر دیا جائے اور وہ جو فطرتاً جو نشو و نما پا رہے ہیں ان کو''کل مولود یولد علی الفطرۃ'' کی حقیقی راہ سے ہٹا کر ایسا ماحول و معلومات دین کے نام پر دے دی جائیں کہ جن سے بچہ دین کے نام پر خرافات و اختلافات اور تفرقہ و فرقہ بندی کے نام پر پیدا شدہ نظریات اور ادیان و مسالک میں الجھ کر اپنی زندگی بہت سی دیگر حقیقتوں اور راہوں سے بھی غافل ہو جائے، قدیم محرف و مصحف اور مبدل شدہ ادیان کو مثال میں ہم پیش ضرور کرتے ہیں اور ''فابواہ یھودانہ او یمجسانہ'' کہہ کر دین فطرت اسلام کی دہائی اور صفائی بھی دیتے ہیں۔مگر بذات خود اس دین فطرت کے نام لینے والوں نے اپنے ماحول اور معاشرہ کو اس سے زیادہ مذہبوں، مسلکوں اور فرقوں میں بانٹ رکھا ہے اور دین کے نام پر دین بیزار افعال و کردار اور خرافات و تقالید کو رائج کر رکھا ہے یا نہیں؟ اب ایک خالی الذہن انسان تو کیا، ایک دین و دھرم کا ماننے والا بھی اس میں گھٹن محسوس کرنے لگے اور دین کے بارے میں غلط تصورات، غلط فہمیوں اور دین کے خلاف افکار و خیالات کو ڈھوتا اور پھیلاتا پھرے تو پھر اس کا کیا قصور ہے۔لہٰذا حقیقت میں دین کا نام اور کام کرنا ہے تو ہمیں سب سے پہلے عقیدہ و اعمال اور افکار و کردار ہر سطح پر اور ہر مرحلے اور شعبۂ حیات میں اصل اصول اور حقیقت تعلیمات اسلام مبنی بر کتاب و سنت کو عام کرنا ہوگا۔اور جس فطری دین پر ہر نومولود پیدا کیا جاتا ہے اس پر گامزن رکھنے کے لیے جہاں ان میں اسی فطری خالص دین اسلام کو رائج کرنا اپنے نصاب اور معمولات زندگی میں داخل کرنا ضروری ہے وہیں دین کے نام پر جتنے خرافات اور تقلیدی اور رواجی چیزیں راہ پا گئی ہیں ان سے آگاہ و متنبہ کرنا اور بچانا ہوگا۔اس سے ایک طرف وہ دین فطرت کی اصلیت سے دوری اختیار کرنے سے بچیں گے وہیں وہ غلط فہمیوں کی راہ پانے سے بھی محفوظ رہیں گے۔ساتھ ہی دین بیزار اور اسلام دشمن قوتوں کے لیے اس طرح کی کسی بھی غلط فہمی اور شبہ کو ہوا دینے کی راہ ہموار نہیں ہوگی۔اور اس طرح ابتداء ہی سے ہر بچہ کو اس کے سن و شعور کے مطابق دینی و فطری بنیادوں پر پروان چڑھانے کے مواقع میسر ہوتے رہیں گے اور یوں ہم اپنی نئی نسل کو دینی بنیادوں اور اعلی اقدار پر مبنی زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتے رہیں گے۔ورنہ اسلام سے محبت، اسلام سے قربت، اسلام سے عقیدت، اس پر استقامت اور اس کی نشر و اشاعت سے زیادہ ہم اس سے نفرت کا سبب بنیں گے اور دنیا دن بدن دین و ایمان، اسلام اور مسلمانوں سے گریزاں اور دل گرفتہ ہوتی چلی جائے گی۔کیوں کہ دنیا ہمارے عقائد و اعمال اور ہمارے دین و عقیدہ کو ہمارے اصل مصادر سے مقابلہ کر کے نہیں دیکھتی بلکہ ہمارے ظاہری اعمال، اخلاق و کردار اور ماحول و معاشرہ کو بنیاد بنا کر ہم پر اور ہمارے دین و ایمان پر حکم لگاتی ہے اور بحیثیت مجموعی ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اسلام کی تمام اہم تعلیمات سے کسی نہ کسی حیثیت سے نابلد ہیں یا عملی طور پر ان سے کوسوں دور ہیں بلکہ دین اسلام کے عقائد و ایمانیات سے لے کر اخلاقیات و معاملات تک میں ہم نے دین مخالف روش کو اپنے اندر رچا بسا لیا ہے اور ہماری اکثریت اس میں مگن ہے کہ ہم اسلام کے صحیح نمائندے اور دین کے حقیقی علمبردار ہیں۔

سارت مشرقة وسرت مغربا
وشتان بين مشرق ومغرب

☆☆☆

سیرت طیبہ اور قرآن کریم

محمد عثمان انیس احمد

مولانا ابوالکلامؒ قرآن کے اعجاز کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب کریم کی حلاوت اور عظمت شان کے لئے یہی کافی ہے کہ چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اس کے اعجاز میں کوئی کمی نہیں بلکہ اس کے اسلوب کی خوبیاں برابر ترو تازہ ہیں گویا کہ قرآن کا دور نزول اور عہد رسالت کا وجود ابھی کل کی بات ہے۔''

''محمد ﷺ کا جھوٹا ہونا ناممکن ہے ورنہ اتنا تعجب خیز دین ہرگز نہ پیش کر سکتے۔ خدا کی قسم! جھوٹے آدمی میں اتنی صلاحیت نہیں ہو سکتی کہ تعمیر کے ضروری وسائل سے واقف ہوتے ہوئے اینٹ کا گھر بنائے۔ پھر وہ مضبوط بنیادوں والا اسلام جیسا عظیم الشان محل کیونکر تعمیر کر سکتا ہے جس کی عظمت وطاقت صدیوں سے برقرار ہے۔''

یہ کلام ربانی کی عکاسی، صاحب علوم قرآنی کی ترجمانی، اہل مغرب کی زبانی تھی۔ جس نے ان حقائق اعلیٰ کا اعتراف اور ان خصائص ارفع کا تذکرہ کیا تھا جس کی فضیلت عالم ارواح کے وعدے کو یاد دلاتی ہوئی آیات قرآنی آج بھی ان کی سیرت بالغہ وکاملہ، ان کے اسوۂ حسنہ وارفعہ اور ان کی قدوہ متعینہ ومنفردہ کی ان الفاظ میں عکاسی کرتے ہوئے نظر آتی ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (الاحزاب:۲۱)

حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اس عہد میں بلکہ جب تک دنیا باقی ہے۔ صاحب قرآن کی سیرت وحیات مقدس کے مطالعے سے بڑھ کر نوع انسانی کے تمام امراض قلوب وعلل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور ہیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی سیرت ہے۔ اور دراصل قرآن اور حیات نبوت معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی تشریح، قرآن علم ہے اور سیرت اس کا عمل، قرآن صفحات قراطیس مابین الدفتین اور فی صدور الذین اوتوا العلم ہی ہے مجسم ومماثل قرآن تھا جو یثرب کی سرزمین پر چلتا پھرتا نظر آتا تھا۔ کما قالت الصدیقةؓ وکان خلقه القرآن'' (رسول رحمت)

غرض جب ہم عمیقانہ ومدبرانہ نگاہ قرآن کے صفحات مقدسہ پر ڈالتے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ، حیات جلیلہ دو حصوں میں منقسم معلوم ہوتی ہے۔

بحیثیت بشر۔ بحیثیت رسول

قبل اس کے کہ ان دونوں حیثیتوں پر خامہ فرسائی کی جائے۔ نام نامی اسم گرامی کی تحقیق مناسب ہے۔

اسم مبارک درقرآن پاک: قرآن کریم میں نام نامی اسم گرامی محمد چار مقامات میں وارد ہے۔ اور احمد ایک جگہ آیا ہے۔ وہ مقامات یہ ہیں (۱) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران:۱۴۴) (۲) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۰) (۳) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (محمد:۲) (۴) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (فتح:۲۹) (۱) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (صف۶)

اور آپ ''احمد'' بھی ہیں کیوں نہ ہو، جو عزیز وحبیب، رؤف ورحیم، رفیق وشفیق، شریف وسعید، صالح وعادل، نرم مزاج اور امن پسند پر ساری دنیا تو حمد وثنا کی بارش برسا رہی ہے اور خود ان کا یہ حال کہ آپ لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر کے باوجود آسمان کے تاروں، زمین کے ذرات، سمندر کے قطرات سے زیادہ اللہ کی تعریف کی ہے۔ اگر یہ حامل عبودیت کبریٰ احمد نہ ہو تو کس کی مجال اس کے منصب کبریٰ پر فائز ہو کیونکہ وانی لاتقاكم واخفاكم الله۔

بحیثیت بشر: انسان کا یہ فطری عارضہ ہے کہ اگر افکار وخیالات، رجحانات ونظریات، عادات ومیلانات میں جدال واختلاف ہو تو وہ بحیثیت اپنی ذات موازنہ کرنے لگتا ہے۔ اگر کردار وافعال، عادات واطوار، حرکات وسکنات اور تعلقات ومعاملات میں ہم آہنگی ہو تو یہی ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے جو اس کو اس کی شخصیت کا اعتراف کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہی وہ علامت صادقہ اور نکتۂ مخصوصہ ہے جس کی وجہ سے بحیثیت بشر اس سید انسانیت کو کھاتے پیتے ہوئے، کھیلتے سوتے ہوئے اور تجارت وشادی بیاہ کے مراحل سے گذرتے ہوئے عالم مشاہدہ میں لایا گیا تاکہ ان کے گوہر مخصوص سے اپنے دامن کو بھر لیں لیکن جو لوگ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف:۱۷۹) کے مصداق تھے وہ تعجباً پکار اٹھتے۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (الفرقان:۷) ارے اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے، بازاروں

میں چکر لگاتا ہے اگر یہ رسول ہی ہوتا تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ کیوں نہیں اتارا جاتا جو اس کے ساتھ انذار و ترہیب کا کام انجام دیتا اور کبھی غیر یقینی طور پر یہ مطالبہ کرتے کہ اس فلک پر چمکتے ہوئے مہتاب کو دو ٹکڑے کر کے تو دکھلاؤ۔ جب یہ معجزہ بھی عالم وجود میں آتا تو چیخ پڑتے۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا (اسراء:۹۰) ہم آپ کو اس وقت تک قابل اعتماد نہیں سمجھتے جب تک اس وادی غیر ذی زرع میں آب زلال کا چشمہ نہ پھوٹے یا اس دیار و کھنڈرات میں پورے طمطراق کے ساتھ ایک عالی شان عمارت وجود میں نہ آئے یا مشاہدۃً اس عالم بالا میں چڑھ جاؤ اور ایک کتابا نقروہ لے آؤ۔

لیکن انکار و تردید میں پڑنے کے بجائے ان کی بنیادی غلطی پر نقد کرتے ہوئے قرآن مجید میں واضح طور پر کہا جاتا ہے کہ دیکھو میں بھی تمہاری طرح ایک فرد بشر ہوں۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (حم سجدہ:۶) دوسری جگہ اور بلیغ انداز میں فرمایا: قُلْ مَاکُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰٓی اِلَیَّ (الاحقاف:۹) اور ساتھ ہی ساتھ یہ اصول بھی بتلا دیا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (انبیاء:۷)

آیات بالا سے یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ آپ ایک فرد بشر ایک شخص متنفس تھے لیکن فرق بایں حیثیت تھا کہ آپ کے سر پر تاج نبوت و رسالت تھا جو خاتم الانبیاء ہونے پر دلالت کر رہا تھا ساتھ ہی ساتھ قرآن حکیم ان بشری تقاضوں کو بھی واشگاف کرتا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ کھانا، پینا، چلنا گھومنا بشری تقاضا ہے۔

(۲) آپ سے بعض فروگذاشتیں سرزد ہوئیں جس پر آپ کو تنبیہ کی گئی جیسا کہ ارشاد ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰٓی اَوْیَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی (سورہ عبس)

(۳) غم والم میں ہر انسان پریشان و ہراساں ہو جاتا ہے چنانچہ یہی صورت حال اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بارہا آئیں جس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے۔ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا (الکھف:۶)

(۴) علم غیب رب العالمین کے سوا کوئی نہیں جانتا جس طرح کوئی فرد بشر کسی مخفی چیز کا علم نہیں رکھتا اسی طریقہ سے اللہ کے رسول ﷺ علم نہیں رکھتے۔ الا ما یوحی الیہ جس کا قرآن یوں اشارہ کرتا ہے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ (انعام:۵۰) اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (الاعراف:۱۸۸) فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا (یونس:۲۰)

بحیثیت رسول: تاریخ کی اوراق گردانی سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ جب بھی کسی معاشرہ میں جبر و اکراہ، ظلم وستم، شر و فساد اور کذب و عذر عام ہونے لگتا ہے تو رب العالمین ان کی تطہیر و تزکیہ کے لئے مزکی اور مربی کو بحیثیت رسول بھیجتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (جمعہ:۲)

جس طرح شب دیجور کے بعد روشن صبح کا انتظار پھر انفلاق صبح ہوتی ہے یعنی سیاہی چھٹتی ہے اور سفیدی اس کے اندر سے پھوٹ کر نمایاں ہونے لگتی ہے تو فجر، ضحیٰ زوال جیسے مراحل سے گذر کر کمال تجلی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ اسی طریقہ سے ظہور آفتاب نبوت چار منازل طے کرتی ہوئی چلتی آئی جس کا سورۃ اللیل، سورۃ الفجر، سورۃ الضحیٰ، سورۃ الشمس میں اشارہ کیا گیا ہے اور جس کی جانب عائشہؓ فرماتی ہیں: فکان لایری رؤیا الا جاء ت مثل فلق الصبح

یہ آفتاب و مہتاب اپنی ضوء باہر کے ساتھ اس وقت چمکنے لگا تھا جب انسانیت حیوانیت کی روپ دھارن کر چکی تھی۔ عورتوں کو در گور کرنا اور ان کی ہر طرح کی تذلیل و تحقیر کو قابل فخر سمجھنا ان کا وصف امتیاز بن چکا تھا پھر اس ظلمت کدہ میں سراجاً منیراً ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس آفتاب کو جہاں تاب بنانے کے لئے رات دن اپنی کد و کاوش سے ایک جماعت اکٹھا کرتا ہے جو جماعت صدق و یقین سے معمور اور عہد و وفا سے لبریز ہوتی ہے پھر وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (نور:۵۵) کا وعدہ پائے تکمیل تک پہنچتے ہوئے نظر آتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے قرآن نے بعثت رسول کے مطلع پر جو گرد و غبار تھا اس کو صاف کرتے ہوئے کہتا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (آل عمران:۱۶۴)

یہ آفتاب رسالت غار حرا سے نکل کر آبادی کا رخ کرتا ہے تو یاایھا المزمل، یاایھا المدثر کے القاب سے پکارا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ مژدہ جانفزا یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:۶۷) سنائی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان صفات عالیہ اور خصوصیات منفردہ کے تذکرہ کے ساتھ یاایھا

النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب:) کہ آپ کو فریقین کے مابین گواہی دینے والا، عواقب امور سے آگاہ کرنے والا اور محسنین کو مژدہ فرحت آفریں سنانے والا اور اس ظلمت کدہ انسانیت میں ''سراجا منیرا'' بنا کر سرفراز کیا گیا ہے چنانچہ آپ قرآن کے ان چار دعوتی اصول کو حکمت کے ساتھ گرہ میں باندھ کر یعنی تکبیر، تطہیر، معاصی سے اجتناب اور مصائب پر صبر جیسے صفات عالیہ سے لیس ہو کر میدان عمل میں کود پڑے۔ اذان کی زلزلہ افگن گھڑی ہو یا اذان کی ضرب باطل شکن، تزکیہ کا جادۂ پرخور ہو، شعب ابی طالب کی ہولناک گھاٹی، ہجرت کی شب قاتل ہو یا طائف کا سفر طوفانی، آپ کے قدموں کو نہ پیچھے ہٹا سکی اور نہ ہی متزلزل کر سکی لیکن وہ رحم مجسم وزبان خبر اللھم اهد قومی فانهم لا یعلمون کہنا اور دعاء خیر کا پھول برساتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ غرض یہی وہ عناصر اربعہ پر مداومت ومقاومت کا نتیجہ تھا کہ چند ہی برسوں میں یدخلون فی دین الله افواجا کا سماں نظر آنے لگا تو معلوم ہوا کہ اسلام جاہ ومنصب پر نہیں بلکہ قلوب واذہان کو مسخر کرتا ہے کیونکہ

نہ نوائے عاشقانہ نہ ادائے دلبرانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

خصائل وخصوصیات نبوی: (۱) جو دین حق آپ ﷺ اس دنیا میں لے کر آئے وہ ان هو الا ذکر للعالمین ہے یعنی وعظ ونصیحت کا سرچشمہ اور جس ذات کی جانب سے لے کر آئے وہ ذات ''رب العالمین'' ہے یعنی ساری کائنات کا پالنہار اور جس خطاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے وہ ''رحمۃ للعالمین'' یعنی ساری انسانیت کے لئے سراسر رحمت کی بشارت اور وہ دین حق جس سرزمین میں اترا اور جس معبد میں اترا یعنی کعبہ وہ ''مبارکا وهدی للعالمین'' یعنی ہدایت کا سرچشمہ یہی وہ عالمگیر رسالت ہے جو تمام انبیاء سے امتیاز کرتی ہے۔

(۲) الم نشرح لك صدرك، رب اشرح لی صدری ویسرلی امری یعنی وہ سینہ جواب تک علوم درسیہ سے بھی خالی تھا نور معرفت کا خزینہ ہدایت وعرفان کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

(۳) وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ، فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا کی کیفیت نحیف ولاغر کر رہی تھی تو اللہ رب العزت نے ابوبکر کو اموی، فہری، مخزومی، اسدی، عدوی قبائل میں بھیج کر نور تبلیغ پہنچانے کا وسیلہ بنایا اور علی کو آل ہاشم، آل بنو طالب کے لئے نصرت ومعیت کا ذریعہ بنایا طفیل ابن عمرو دوسی نے ریگستانوں میں عروہ بن مسعود ثقفی نے کوہستانوں میں، مصعب بن عمیر نے مقام حرہ میں اور جعفر طیار نے حبشہ میں تبلیغ کا دیا جلایا جو رب العالمین کی جانب سے وضع وزرک کا سبب تھا۔

(۴) ورفعنالك ذكرك آپ کو عالم گیر رسالت کا حامل بنایا یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ اور تاج نبوت کی کڑی کو آپ کے سر پر ختم کرنا۔ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور تمام اقوام قدیمہ وجدیدہ پر شاہد بنا کر مبعوث کرنا۔ وجئنا بك علی هولاء شهیدا اور آپ کے مشن کی کامیابی کو فتح مبین سے تعبیر کرنا انا فتحنا لك فتحا مبینا یہ ورفعنالك ذكرك کی تفسیر ہی تو ہے جو اس لازوال کلام ربانی کے قراطیس مقدسہ پر تا قیامت ثبت کر دیا گیا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹)

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے

سیرت طیبہ عصر حاضر کے لئے نور مبین: انسانی مذہبی تاریخ میں سرداران قوم، قائدین ملت کی کوئی کمی نہیں ہے ان کی پوری زندگی اس عالم بساط میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن دین فطرت کے حامل دین رحمت کے مجسم کی زندگی، راکٹوں، طیاروں، بموں، میزائلوں، اور دہشت گردی وغارت گری کے بھیانک تاریک اور خونی دور میں بھی ''سراجا منیرا'' ''نور مبین'' کی صفات عالیہ سے متصف ہے۔ جس کے بارے میں برناڈ شاہ نے پکار کر کہا تھا ''قیام امن کے لئے محمد تو موجود نہیں۔ نظم عالم کسی سچے محمدی کے ہاتھ میں دیدوامن ورحمت کی وہ گلباری ہوگی جس کی وجہ سے سسکتی ہوئی انسانیت امن وطمانیت پا سکتی ہے۔ کیونکہ دنیا کے کسی مفکر یا ریفارمر کی زندگی اتنی طاہرانہ اور مطہرانہ، اس کے اخلاق اتنے فاضلانہ اور جس کے افعال اتنے دلبرانہ نہیں تھے جو اس پیکر رحمت کی حیات طیبہ میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے آپ کی اتباع کو ''واجب الاذعان'' قرار دیا تا کہ آپ ہی کے آستانہ سے وہ دین وہ اخلاق وہ کردار عالم انسانیت کے لئے مل سکے جس کی سند قرآن نے یوں دی ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۱)

غرض جس نے آپ کا آستانہ چھوڑا وہ دنیا وآخرت کی سعادت سے محروم رہا۔

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است
محمد عربی کا بروئے ہردوسرا است
کسے کہ خاک مشن نیست خاک برسر است

اے بزم سیرت کے خوش نصیبو! وہ نبی رحمت تو موجود نہیں لیکن دین رحمت کے سارے جلوے موجود ہیں جو قرآن میں محفوظ اور سنت نبوی کے حصار میں جلوہ گر ہے لہٰذا اس کو مضبوطی سے تھام لو۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلمانوں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

☆☆☆

نیک بیوی

خورشید عالم مدنی، پھلواری شریف، پٹنہ
9934671798

قارئین مکرم! نکاح بنی نوع انسان پر اللہ کا بڑا فضل و احسان ہے۔ یہ ایک مقدس، بابرکت اور خوبصورت عہد و پیمان ہے۔ یہی وہ محفوظ اور منظّم طریقہ ہے جس سے دو اجنبی خاندان محبت کی ڈوری میں بندھتے ہیں۔ جنسی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے، نسلیں بڑھتی ہیں، نسب معلوم ہوتا ہے، عفّت و پاکدامنی حاصل ہوتی ہے اور ایک معاشرے کی تشکیل عمل میں آتی ہے۔

یہ نکاح اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے "وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم:21) یعنی ''اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم اُنکے پاس سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کی۔''

یہ اللہ کی وہ نعمت ہے جس سے اس نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو سرفراز کیا ہے "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً (الرعد:38) یعنی ''اور ہم نے آپ سے پہلے انبیاء و رسل بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولاد دی۔''

اور بیوی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں سے اپنی نعمتیں گنوائے گا ''الم أکرمک وأسودک وأزوجک وأسخر لک الخیل والابل'' اے فلاں! کیا میں نے تمہیں عزت نہیں دی، کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا اور کیا میں نے تمہاری شادی نہیں کرائی (یعنی بیوی نہیں دی)، کیا تمہارے لئے اونٹ گھوڑا مسخر نہیں کیا تھا، کیا تجھے میری ملاقات کا یقین نہیں تھا؟ بندہ کہے گا نہیں اللہ فرمائے گا جاؤ میں نے آج تجھے اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے آج کے دن کو بھلایا تھا۔'' (مسلم، کتاب الزھد والرقائق 2968)

بیوی اگر نیک مل گئی تو یہ اپنے شوہر کے لیے سامان راحت و سکون قلب اور قیمتی متاع ہوتی ہے۔ تھکا ماندہ شوہر جب گھر واپس ہوتا ہے تو اسے بڑا روحانی سکون ملتا ہے اور وہ اپنی تمام ذہنی و جسمانی تھکاوٹوں کو بھول جاتا ہے۔ نیک بیوی کی نگاہ شوہر کے دین کے ساتھ وابستگی اور اس کے اخلاق و معاملات پر بھی ہوتی ہے کیونکہ یہی عائلی زندگی میں کامیابی کے ستون ہیں۔ وہ شوہر کو نیک بناتی ہے اور اس کے کردار کی حفاظت کرتی ہے۔

نیک بیوی اپنے بچوں کی پرورش کر کے اسے باشعور بناتی ہے اس لیے کہ ان ہی کے ہاتھوں میں مستقبل کا سب سے قیمتی خزانہ ہوتا ہے۔

نیک بیوی یہ سمجھتی ہے کہ مرد کو قوامیت کا حق ہے اور اسے اندرون خانہ گھر کی ملکہ کی حیثیت سے اپنا فریضہ انجام دینا ہے۔ نیک بیوی شوہر کے راز کی حفاظت کرتی ہے اور خاندان کے ماحول کو پرسکون و خوشگوار بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی بیویاں نیک و صالح ہیں، جو نیکی اور تقوی کے کاموں میں اپنے شوہروں کی مدد کرنے والی اور گناہ کے کاموں سے ان کو روکنے والی ہیں۔ اس نعمت کو پا کر انسان کو رب کے حضور سجدۂ شکر بجالانا چاہیے۔

نیک بیوی کے عظیم کردار کے پیش نظر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورت سے متعلق فرماتے ہیں ''الدنیا کلھا متاع وخیر متاعھا المرأۃ الصالحۃ'' (مسلم) "پوری دنیا متاع (فائدہ اٹھانے کی چیز) ہے اور دنیا کا بہترین متاع (قیمتی سامان، آئٹم) نیک بیوی ہے" اور شادی میں نیک عورت کو ترجیح دینے کا حکم فرما رہے ہیں ''تنکح المرأۃ لأربع لمالھا ولحسبھا وجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک'' (بخاری) یعنی ''کسی عورت سے ان چار چیزوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب و نسب کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے، اور اسکے دین کی وجہ سے لیکن دیکھو تم دین والی عورت سے نکاح کر کے کامیاب ہو جا۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔''

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ شادی کے وقت یہودی عورت کا مال دیکھتے ہیں، عیسائی جمال دیکھتے ہیں، عرب خاندان و قبیلے دیکھتے ہیں اور تم اس کی دینداری دیکھو اور دیندار عورت سے شادی رچا کر ازدواجی زندگی کو کامیاب بنالو۔

نیک بیوی کون ہے؟ اس کی پہچان و معیار کیا ہے؟ قرآن کریم میں نیک عورت کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ (النساء:34) "یعنی جو عورتیں نیک ہیں، اپنے شوہروں کی تابعدار ہیں اور جن چیزوں کی اللہ نے حفاظت کی ہے شوہر کی غیر موجودگی میں انکی حفاظت کرتی ہیں"۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کہ کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا ''التی تسرہ اذا نظر وتطیعه اذا أمر ولا تخالفه فیما یکرہ فی نفسھا ومالہ'' (مسند احمد:9658) یعنی وہ عورت بہتر ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو (اپنی اداؤں سے) اس کو خوش کر دے، اور جب وہ کسی چیز کا حکم دے تو وہ اس کی تعمیل کر دے (وہ عورت اطاعت گزار اور فرماں بردار ہو)،

اوروہ عورت اپنےنفس اورشوہر کے مال میں اس کی خواہش کے برعکس ایسارویہ اختیار نہ کرے جواس کے خاوندکوناپسند ہو(وہ اپنی عزت وآبرو بچائے اورشوہر کی امانت مال پیسے کی شکل میں ہویااولاد کی شکل میں ہو،اس کی حفاظت کرے)

اس موقع پراس حدیث نبوی کوبھی پیش نظر رکھیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک شوہراور بیوی کے لیے رحمت کی دعا کررہے ہیں ”رحم الله رجلا قام من الليل فصلى وأيقظ امرأته فان أبت نضح وجهها الماء رحم الله امرأة قامت من الليل فصلت وأيقظت زوجها فان أبى نضحت من وجهه الماء“ (ابوداؤد)اللہ کی رحمت ہواس مرد پرجورات میں عبادت کے لیے بیدار ہوتا ہےاوراپنی اہلیہ کوبھی بیدار کرتا ہے کہ وہ نماز پڑھےاور جب وہ بیدارنہیں ہوتی تواس کے چہرے پر چھینٹے مارکراس کو جگاتا ہے۔اللہ کی رحمت ہواس عورت پر جورات میں عبادت کے لیے بیدار ہوتی ہےاوراپنے شوہرکوبھی نماز کے لئے بیدار کرتی ہےاوراگروہ بیدارنہیں ہوتا تواس کے چہرے پر چھینٹے مار کر جگاتی ہے۔

خاندانی زندگی کا آغازشوہراور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہےاور اس تعلق کی خوشگواری اس وقت ممکن ہے جب شوہراور بیوی دونوں ہی ازدواجی زندگی کے اصولوں اورآداب وفرائض سے بخوبی واقف ہوں اوران کو پوری دل سوزی اور خلوص کے ساتھ بجالائیں۔شوہر بیوی کو خادمہ،نوکرانی تصور کرنے کے بجائے ان کے حقوق نان ونفقہ،رہائش،ادائیگی مہر کے ساتھ حسن معاشرت کا مظاہرہ کرے،اس کی دلداری اورراحت رسانی کا خیال رکھے،اس سے مشورہ بھی کرےاور جب وہ بیمار پڑجائےتواس کا مناسب علاج کرائے۔اس لئے کہ

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں (اقبال)

اسی طرح بیوی کوبھی چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا کرے،کوئی بیوی اس وقت تک شوہر کے محبوب نظرنہیں ہوسکتی جب تک وہ اس کے حقوق کوادانہیں کرتی۔جن میں سرفہرست یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کرے۔ ایسی عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جس کا شوہر ناراض ہوتا ہے۔وہ شوہر کی اجازت کے بغیرنفلی روزےنہیں رکھےاورکسی غیرشخص کوگھر میں نہیں آنے دے۔اخلاقی طور پر شوہر کا یہ حق ہے کہ بیوی اس کی خدمت کرے،بچّوں کی تربیت اور پرورش ونگہداشت کرے اورشوہر کے مال اوراپنی آبروکی حفاظت کرے جیسا کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں”والمرأة راعية على بيت زوجها وبولده“ (بخاری کتاب النکاح)عورت اپنے شوہر کے گھراوراس کے بچوں کی نگراں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ گھر کے باہر کی ذمہ داریاں شوہر سنبھالے،اندرون خانہ بیوی سنبھالے پھرایسا گھرخوشحال،خوشنمااور پرسکون ہوگا۔ ☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اوراہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اورخوشخبری واپیل اور ہر طرح کے تعاون کا انتظار

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کومعلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی اوراہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دوعظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہےاوراُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہواچاہتا ہےاور چوتھی منزل کی تعمیر کا کام شروع ہوکر رواں دواں ہے۔جواللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان کریں۔اورمندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

اس عظیم اورتاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کرداراداکر کے مشکور وماجور ہوں اورسردست وفد کا انتظار نہ کرکے جوکچھ تعاون ہوسکے صدقۂ جاریہ کے طور پرضرورارسال فرمائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

سعودی عرب - زندہ باد، پائندہ باد

محمد ابراہیم سجاد تیمی
پرنسپل مدرسہ سراج العلوم، گیروا گھاٹ، کٹیہار، بہار

23 ستمبر 1932 میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مملکتِ توحید وسنت سعودی عرب کی بنیاد رکھی تھی اور اعلان کیا تھا کہ یہ روئے زمین پر ایک ایسا ملک ہوگا جس کا آئین کتاب وسنت پر مبنی ہوگا۔

اسی دن سے لے کر اب تک اس ملک نے جدو جہد اور ترقی کا نہایت لمبا راستہ طے کیا ہے اور موجودہ وقت میں وہ دنیا کے چوٹی کے ممالک میں سے ایک ہے۔

ایک وہ دور تھا کہ جب ایک امریکی صدر سے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو ملاقات کے لیے امریکی بحریہ کے ایک جنگی جہاز پر جانا پڑا تھا اور آج حالت یہ ہے کہ امریکی صدور سعودی حکمراں سے پارٹنر کی حیثیت سے ملنے کے لیے ریاض آتے ہیں اور جب کوئی سعودی حکمراں واشنگٹن جاتا ہے تو اسے وائٹ ہاؤس میں نہایت عزت ووقار کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع دیا جاتا ہے اور اس کی ایک ایک بات گوشِ دل سے سنی جاتی ہے۔

صنعت وحرفت، پیٹرو کیمکل اور ٹکنالوجی میں وہی مملکتِ سعودی عرب دنیا کے گنے چنے ملکوں میں سے ایک ہے جس کے علما بھی ٹیلیفون کو ایک جادوئی کرتب سمجھتے ہوئے اس کے استعمال کو بری نظر سے دیکھتے تھے۔ اس کی دلیل وہ واقعہ ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک عظیم سعودی عالم شاہ عبدالعزیز سے ملنے آئے تو ملاقات کے دورانیے میں انھوں نے شاہ کی بابت اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ شاہ ہر اعتبار سے نہایت اچھے انسان ہیں، ان کا عقیدہ بھی بالکل درست ہے لیکن بس ایک خرابی ان میں یہ ہے کہ (شاہ کی ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کے رسیور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ اس جادوئی باکس کا استعمال کرتے ہیں جو صحیح اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔

اگر ان جیسے لوگ آج کے سعودی عرب کو دیکھتے تو سائنس اور ٹکنالوجی میں اس کی ترقیات کو دیکھ کر پتا نہیں، کیا کیا کہتے۔

سعودی عرب دنیا کا سب سے زیادہ امن پسند ملک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی نے اقوامِ متحدہ کے امن چارٹر پر سب سے پہلے دستخط کیا۔ اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا جو ایک نہایت دانش مندانہ اقدام تھا اور جو شاہ عبدالعزیزؒ کی مومنانہ فراست کا منہ بولتا ثبوت بھی تھا۔

وہ ایسا زمانہ تھا جب ہٹلر اور اس کی فاشسٹ پارٹی جرمنی کے سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے تھے اور دوسری طرف مسولینی رشیا میں اپنی ڈکٹیٹر شپ کو روز بہ روز مضبوط کرتا جا رہا تھا۔ پوری دنیا طاقت کے توازن سے خالی تھی اور ایسے میں کسی ایک طرف ہو جانے کا مطلب، بے وقت کی موت کے سوا کچھ نہ تھا. ایسے خالص الحادی اور نسل پرستانہ دور میں ایک مملکتِ توحید وسنت کی حفاظت کرنا کتنا مشکل تھا، اسے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے لیکن ایسے کشمکش کے دور میں بھی شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نہ صرف یہ کہ اس کی حفاظت کی بلکہ ان کی مومنانہ فراست نے ممکن بنا دیا کہ وہ ملک ترقی کرتا رہا اور آج ان کے عظیم اور بالغ نظر وارثین کی محنتِ شاقہ اور بالغ نظری کے باعث، اس مقامِ بلند پر فائز ہے جسے پوری دنیا دیکھ رہی ہے۔

سعودی عرب کا ایک اور بڑا امتیاز بلکہ سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس کا آئین انسان ساختہ نہیں بلکہ قرآن وسنت سے کشیدہ ہے۔ کہنے کو تو دنیا میں چھوٹے بڑے 58 مسلم ممالک ہیں لیکن صرف سعودی عرب ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں قرآن و سنت کی حکومت قائم ہے اور صرف اسی کے ایک حکمراں (شاہ فیصل رحمہ اللہ) نے یہ ہمت وجرات دکھائی کہ جب اقوامِ متحدہ کی طرف سے اس ملک کا آئین طلب کیا گیا تو جواب یہ دیا گیا کہ اس کا آئین چودہ سو سال سے قرآن کی صورت میں لکھا ہوا ہے اور اسے کوئی دوسرا آئین لکھ کر جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس سچائی اور حقیقت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ آج دنیا میں جہاں کہیں بھی قرآن وسنت کی ضیا نظر آ رہی ہے، اس میں سعودی عرب کی بالواسطہ یا بلا واسطہ حصے داری ضرور ہے، دنیا کے جس بھی کونے میں توحید وسنت کا غلغلہ ہے، وہ اسی مملکت کی قربانی کا پرتو ہے اور جہاں کہیں بھی صحیح اسلامی عقیدے کی ضیا باری ہے، وہ اسی کی رہینِ منت ہے۔ یہی وہ بات ہے جس سے وہمی وخرافاتی دنیا پریشان ہے اور کسی بھی قیمت پر قرآن وسنت کی ضیا کو مٹا کر اوہام وخرافات اور الحاد ودہریت کا اندھیرا وہاں بھی پسارنا چاہتی ہے جہاں سے اسلام کا سورج طلوع ہوا تھا۔

کتنی آسانی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ سعودی عرب میں جمہوریت کا قیام اور بادشاہت کا خاتمہ ضروری ہے حالاں کہ سعودی عرب کے احوال وکوائف پر نگاہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہاں بادشاہت کا صرف ہوّا کھڑا کر دیا گیا ہے ورنہ وہاں شورائی نظام قائم ہے اور وہاں تعمیر وترقی اور دین کا بول بالا ہے۔ نیز یہ بات سب کو معلوم ہے کہ بہت سے ملکوں میں نام نہاد جمہوریت سے زیادہ برا طرز حکومت ہو ہی نہیں سکتا۔ ذرا سوچیے کہ اگر ایک طرف 51 شیاطین ہوں اور دوسری طرف 50 صالحین ہوں اور جمہوری طریقے سے حکمراں کا انتخاب ہو تو یقینی طور پر شیطان ہی فاتح ہوگا کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایک عدد سے شیطان اکثریت ثابت کر دے گا. تاہم، ہمیں اس بات کا اقرار کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ غیر اسلامی طرز ہائے حکومت میں طرزِ جمہوریت سب سے زیادہ اچھا طرز ہے۔ پھر اگر اس کو سماجی جمہوریت میں ڈھال دیا جائے تو حق اور سچ کی سربلندی میں منارۂ نور ثابت ہو سکتی ہے۔

وہ لوگ جو پشتینی طور پر کتاب وسنت سے دور ہیں اور اوہام وخرافات کے خوگر ہوں اور غیر اسلامی اور لادینی جمہوریت وطرز حکومت کو جائز قرار دیتے ہوں یا اس کے پروردہ ہوں، ان سے سعودی عرب کی دشمنی ہی کی توقع کی جاسکتی ہے، کسی بھلے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ ان کے نزدیک وہی سعودی خاندان جو آج ان کی نظروں کا کانٹا بنا ہوا ہے، ایک پل میں قابلِ پرستش ہوجائے گا اگر وہ کتاب وسنت سے ہٹ کر عام جمہوری نظام کو تھام لیں، لادینیت کو فروغ دیں، رسوم وتقالید کو اپنا دین وایمان ٹھہرالیں، تو آل سعود، آل الشیخ اور تمام علماء لائق تعریف وتحسین ٹھہرا دیئے جائیں۔ لیکن چوں کہ آل سعود انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا، اس لیے وہ دنیا بھر کے لوگوں کو کھٹکتا ہے جن کو کتاب وسنت کی واضح تعلیمات نہیں بھاتیں اور دین کے نام پر تقلید آباء واجداد اور رسوم ورواج عزیز ہیں۔

سچائی یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو صرف اسی بنا پر سعودی عرب سے خدا واسطے کا بیر ہے کہ وہاں تقلید اور شرک کے دروازے چاروں طرف سے بند ہیں اور نہایت مضبوطی سے بند ہیں ورنہ وہ بھی اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ سعودی حکومت ایک رفاہی اور عوامی حکومت ہے، جس کا مطمحِ نظر بلا اختلافِ مسلک و مذہب پوری دنیا کی بھلائی ہے اور وہ جتنے رفاہی امور انجام دیتی ہے، دنیا کا کوئی جمہوری ملک بھی انجام نہیں دیتا۔ لیکن جلن اور حسد کو کیا کہیے کہ وہ انسان کو حق بینی سے محروم کر دیتے ہیں اور ایسا ہی کچھ اوہامی و خرافاتی فرقوں کے ذریعے ہو رہا ہے۔ جو یہود اور دشمنان اسلام کی پلاننگ ہے۔

سعودی حکومت نے جب سے وژن-2030 کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے ضروری اقدامات کیے ہیں اور کچھ جدت طرازیاں کی ہیں، خرافاتی فرقوں کے نانجاروں کو لگ رہا ہے کہ اس ملک نے اپنا دھرم ہی بدل لیا ہے۔ حالاں کہ معاملہ کچھ اور ہی ہے جو ان بصیرت سے اندھوں کو نظر نہیں آرہا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ آ بھی نہیں سکتا کیوں کہ انہوں نے سعودی دشمنی کو گھٹی بنا کر پی لیا ہے جو اب ان کے رگ وریشے میں لہو بن کر دوڑ رہی ہے۔ ہماری سعودی حکومت اور وہاں کے باشندوں سے بلکہ وہاں کے ذرے ذرے سے بس اس لیے محبت ہے کہ وہ مہبط وحی ہے، وہی وہ سرچشمۂ حیواں ہے جس کے آب حیات سے مردہ انسانیت کو جلا ملی تھی، وہیں پر روئے زمین کے دو مقدس ترین اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین مقامات واقع ہیں جن کی طرف ہر صاحب توحید وسنت کا دل بے اختیار مائل ہوتا ہے اور آل سعود وآل شیخ سے ہمیں اس لیے محبت ہے کہ ان دونوں خاندانوں نے مل کر ایک توحیدی وسنتی ملک کو معرض زمین پر وجود بخشا تھا جو آج بھی ایک تناور درخت کی مانند لہلہا رہا ہے- اصلها ثابت و فرعها فی السماء۔ وہاں کے علماء وعوام سے ہماری محبت کا پیمانہ توحید وسنت سے ان کے دلی لگاؤ، جس سے ہمارے اور ان کے دلوں کی وحدت قائم ہے، کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہی وجہ کہ ہم صرف 23/ستمبر ہی کو نہیں بلکہ ہر روز ہر دعا میں " سعودی عرب- زندہ باد، پائندہ باد " کے الفاظ دوہراتے ہیں اور دوہراتے رہیں گے۔ ہمیں اس بات کی قطعی پرواہ نہیں ہے کہ اس بے لوث محبت اور بے پایاں انسیت کا صلہ کون سنگ ریزوں سے دیتا ہے اور کون پھولوں سے۔ ☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر وناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر یا ناظم کا، ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یائی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کر لیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اللہ اور رسول کی اطاعت اور اس کی اہمیت

از: ڈاکٹر عبدالمحسن محمد قاسم

ترجمانی: مطیع اللہ حقیق اللہ مدنی

الحمدلله والصلاة والسلام على النبى محمد وعلى آله وصحبه أما بعد:

زمین میں خیر کا سبب: اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاريات:٥٦) اللہ جل وعلا نے انھیں اپنے اوامر واحکام کی بجا آوری کا حکم دیا۔ اپنے فرمانبرداروں اور عبادت گذاروں کے لئے سعادت لکھ دیا اور مقدر کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی وہ قلعہ ہے کہ جو شخص اس میں قلعہ بند ہوگا وہ امن وسلامتی پائے گا۔ جو شخص عبادت کی ادائیگی کرے گا وہ نجات پائے گا۔ یہ سراپا بھلائی ہے جس میں ضرر اور نقصان کا کوئی سوال نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ (النساء:٣٩) زمین ہر خیر اور ہر قسم کی بھلائی کا سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔

علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا: جو پورے عالم اور اس میں موجود برائیوں پر تدبر وتامل کرے گا اس پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ عالم کی ہر برائی کا سبب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور آپ کی اطاعت سے کنارہ کشی ہے اور عالم کی ہر بھلائی کا سبب طاعت رسول ﷺ ہے۔

ایسے ہی برائی، تکلیف، رنج والم اور پریشانی وغم جس کا سامنا بندہ کرتا ہے درحقیقت اس کا سبب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے۔

نیک بختی کا سبب: یہ اللہ کی بندوں پر رحمت ہی ہے کہ اس نے اپنی باتوں کی قبولیت وتابعداری کا حکم دیا ہے تاکہ انھیں بھلائی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ (الشوریٰ:٤٧)

چنانچہ مسلمانوں نے رب کی پکار پر لبیک کہا اور فوز وفلاح سے ہمکنار ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور:٥١) اس سے ان کے دلوں میں انقیاد وطاعت کا جذبہ پیدا ہوا اور ان کا مقام بلند ہوا۔ اللہ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:٢٤)

طاعت الله والرسول کے فوائد وثمرات: جو شخص اپنے رب جل شانہ کی اطاعت میں سبقت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق مزید عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ (محمد:١٧)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: انسان جتنا ہی رسول اللہ ﷺ کا زیادہ تابعدار ہوتا ہے۔ توحید واخلاص دین میں اتنا ہی عظیم ہوگا۔ اور آپ کی تابعداری وفرمانبرداری سے جتنا دور ہوگا اس کی دینداری میں اسی کے مطابق کمی واقع ہوگی۔

جو شخص اپنے رب کے احکام واوامر کو قبول کرتا ہے اور رب کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الشوری:٢٦) یعنی اللہ تعالی ایمان وعمل صالح کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور ان کو اپنے فضل سے خوب زیادہ نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے بندوں سے محبت کرتا ہے اپنی رحمت کا مستحق ٹھہرا کر جنت میں داخل کرتا ہے اللہ فرماتا ہے: لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى (الرعد:١٨) حسنی سے مراد جنت ہے۔

استجابة الرسل لربهم: انبیاء ورسل علیہم السلام نے رب جل وعلا کے اوامر کو قبول کرنے اور کامل تابعداری کرنے میں سبقت کیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوئی چوں چرا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: تابعداری واطاعت کیشی کرو انہوں نے فوراً انقیاد وتابعداری کا ثبوت دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (البقرہ: ١٣١) اللہ تعالیٰ نے جب انھیں اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے تابعداری کا مظاہرہ کیا اور انھیں ذبح کرنے کے لیے جبین کے بل پچھاڑ دیا: خود اسماعیل علیہ السلام نے بھی ان سے کہہ دیا تھا ابا وہ کر گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے اور انہوں نے اطاعت رب کا ثبوت دیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے رب جل شانہ کو راضی کرنے میں جلدی کی تھی ۔اللہ فرماتا ہے:قَالَ هُمْ أُولَآءِ عَلَىٰٓ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ (طه:٨٤)

''کہاوہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔اور میں تیرے پاس جلدی سے چلا آیا۔ میرے پروردگارتا کہ تو راضی ہوجائے۔

اللہ تعالی نے نبیوں سے پیمان لیا کہ اگران میں ہمارے نبی ﷺ مبعوث کئے جائیں تواس پرایمان لائیں اوران کی نصرت کریں۔تو تمام انبیاء نے کہا تھا کہ ہم نے اقرارکیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: قم فانذر کھڑے ہوں اورڈرائیں۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے لوگوں میں دعوت توحید پھیلانا شروع کیا اورعذاب الٰہی سے انھیں ڈرایا۔اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:قم اللیل الا قلیلا۔

تو آپ نے قیام وتہجد پڑھنا شروع کیا اوراس قدر لمبا آپ قیام فرماتے تھے کہ آپ کے قدم متورم ہوجاتے۔

انبیاء کے علاوہ دیگر کا حال: عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ کی دعوت کوقبول اورایمان وطاعت کا راستہ اختیارکیا۔جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے ان سے کہا: کہ کون ہیں میرے انصار؟ تو حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے انصار ہیں ہم اللہ پرایمان لارہے ہیں۔

جنوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کوقبول کرنے سے متعلق بعض نے بعض کوابھارا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِيَ ٱللَّهِ وَءَامِنُوا۟ بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ(الاحقاف:٣١)

صحابہ طاعت رسول میں پیش پیش تھے:

صحابہ رضی اللہ عنہم کوفضل رب سے صحبت رسول ﷺ کا شرف حاصل تھا۔اس کی اوران کے اخلاص وسبقت الی الاسلام کی بنا پر وہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری میں پیش پیش رہتے تھے۔اسی بنا پران کا مقام ومرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا تھا۔

جب انھیں نماز میں کعبہ کا رخ کرنے کا حکم دیا گیا توانہوں نے حالت نماز میں بیت المقدس سے چہرہ پھیر کرمسجد حرام کی طرف کرلیا۔اس کے بعدآنے والی نماز تک اس حکم کی بجاآوری کوموٴخر نہیں کیا۔

نبی ﷺ صحابہ کوصدقہ کرنے کوکہا:صحابہ کرام نے اپنے قیمتی مالوں کولاکر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کردیا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال صدقہ کردیا تو وہیں پرابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا پورامال قربان کردیا۔

نبی ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا:من جھز جیش العسرة فلہ الجنة جوشخص جیش العسرہ کی تیاری اپنے مال ودولت سے کرے گااس کو جنت ملے گی۔

توعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کواپنا زرومال کثیر صرف کرکے اس کی تیاری میں حصہ لیا۔

جب آیت کریمہ لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران:٩٢) نازل ہوئی توابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہا اے اللہ کے رسول! میرے نزدیک میرے باغات میں سب سے پسندیدہ باغ بیرحاء ہے یہ باغ اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہے۔(رواہ البخاری)

صحابہ کرام کے بچوں کے سامنے جب نبی ﷺ نے قیام اللیل کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا تووہ شب زندہ داربن گئے نبی ﷺ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا جبکہ وہ کمسن تھے۔ نعم الرجل عبدالله لو كان يصلي من الليل

عبداللہ کیا اچھے انسان ہیں اگروہ صلاۃ اللیل،تہجد ادا کرنے لگیں۔اس کے بعد توعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھوڑا سا چھوڑ کر پوری رات قیام اللیل میں گذارتے تھے۔(رواہ البخاری ومسلم)

صحابہ کی قربانیاں:

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں نبی ﷺ پراپنی جانیں نچھاورکردیں۔غزوہ بدر کے موقعہ پرمقداد بن الاسود نبی ﷺ کے پاس آئے دیکھا آپ مشرکین پر بددعاء کررہے ہیں توانہوں نے آپ سے کہا:

ہم وہ نہیں ہیں کہ آپ سے وہ بات کہیں جوموسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا کہ

تم اورتمہارا رب جاکے لڑو ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔لیکن ہم تووہ ہیں جوآپ کے دائیں سے اور بائیں سے بھی لڑیں گے۔اورآپ کے آگے اورآپ کے پیچھے سے بھی لڑیں گے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔میں نے نبی ﷺ کا نظارہ کیا آپ کا چہرہ انوردرخشندہ ہوگیا۔اوروہ ان کی بات سے خوش ہوگئے۔(رواہ البخاری)

فورا غیراللہ کی قسم ترک کردی:

جن باتوں اورکاموں سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوروک دیا وہ فوراًاس سے رک گئے اس کے بارے میں آپ سے دوبارہ نہیں پوچھا کیونکہ وہ اپنے نبی ﷺ کی بے چوں وچرا پیروی کرنا ہی اپنا ایمانی فریضہ سمجھتے تھے۔

وہ جاہلیت میں غیراللہ کی اوراپنے آباء واجداد کی قسمیں کھاتے تھے یہ چیزان کی زبانوں پرجاری وساری تھی۔

نبی ﷺ نے فرمایا:ان الله ينهاكم عن تحلفوا بآبائكم اللہ تعالیٰ تمہیں

آباء واجداد کی قسمیں کھانے سے منع کر رہا ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم اللہ کی جب سے میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اُسی وقت سے میں نے باپ دادا کی قسم نہیں کھائی ہے۔ نہ ابتداء خود سے اور نہ اس کو کسی کی نقل وحکایت کر کے (رواہ مسلم)

بھوک کے باوجود نہ کھایا:

ایسے موقعہ پر جب صحابہ بھوک سے دوچار تھے۔ کھانا پکایا لیکن اس کھانے سے نبی ﷺ نے روک دیا۔ تو صحابہ نے بھوک کے باوجود قطعاً اسے نہ کھایا۔

غزوہ خیبر کا موقعہ تھا ابھی گھریلو گدھوں کی حرمت کا حکم نہ تھا۔ ان کا گوشت پکایا گیا رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ تمہیں گدھوں کے گوشت کھانے سے روک رہے ہیں۔ اس لئے کہ وہ پلید اور شیطانی عمل ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ساری ہانڈیاں گوشت سمیت الٹ دی گئیں جبکہ ان میں گوشت پک کر تیار ہو چکا تھا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

تحریم خمر کا حکم آیا فوراً خمر ترک کردی گئی:

اسلام کے ابتدائی عہد میں خمر ''مسکر ماکول ومشروب'' مباح تھا حکم تحریم کا نزول نہ ہوا تھا۔

جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کے منادی کی آواز مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سنائی دی کہ خمر یعنی نشہ آور مشروب کی حرمت نازل ہو چکی ہے: تمام اہل ایمان نے اسے انڈیل دیا۔

ابو النعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ابوطلحہ کے گھر میں قوم کا ساقی کا کام کر رہا تھا۔

خمر کی تحریم کا حکم نازل ہوا۔ آپ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے اس کی حرمت کا اعلان کیا۔

ابوطلحہ نے کہا: باہر نکل کر دیکھو یہ کیسا اعلان ہو رہا ہے۔ میں نے باہر جا کر دیکھا بتایا کہ ایک منادی ندا لگا رہا ہے کہ سن لو خمر حرام کر دی گئی ہے۔

آپ یعنی ابوطلحہ نے کہا: جاؤ تمام خمر انڈیل دو۔ کہتے ہیں: مدینہ کی گلیوں میں خمر بہنے لگا۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ نہ کسی نے دوبارہ سوال کیا۔ نہ کوئی بحث وتحقیق کی۔

صحابہ اپنے بود وباش اور لباس و پوشاک میں نبی ﷺ کو اپنا اسوہ سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ سے کوئی گفتگو نہیں کرتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنائی جس کو آپ نے پہننا شروع کیا۔ اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کے اندرون کی جانب رکھا۔

لوگوں نے بھی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پھر آپ منبر پر بیٹھے اور انگوٹھی نکال باہر کر دیا۔ میں یہ انگوٹھی پہنتا تھا اور اس کا نگینہ اندر کی طرف رکھتا تھا۔ یہ کہہ کر آپ نے اسے پھینک دیا: پھر آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم: میں اسے کبھی بھی نہیں پہنوں گا۔ لوگوں نے اپنی انگوٹھیاں نکال کر پھینک دیں۔ (رواہ البخاری ومسلم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی وصیت لکھ ڈالی جب انہوں نے نبی ﷺ کا یہ فرمان سنا کہ ماحق امری مسلم له شئي يريد ان يوصي فيه يبيت ليلتين الا ووصيته مكتوبة عنده کسی ایسے مسلمان کے لئے جس کے پاس وصیت کی کوئی شئی ہو بغیر اپنی تحریری وصیت کے دو رات بھی گذارنی جائز نہیں ہے۔

ابن عمر فرماتے ہیں: مامرت علی ليلة منذ سمعت رسول الله ﷺ قال ذلك الا وعندي وصيتي یعنی رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو سننے کے بعد ایک رات گذرنے سے پہلے ہی میں نے اپنی وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھ لی۔

نبی ﷺ کی وصیت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انہوں نے اپنی زبانوں کو نازیبا الفاظ وکلمات سے محفوظ رکھا۔ جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اہل بادیہ میں سے ہوں میرے ان بدویوں کی سختیاں ہیں آپ مجھے وصیت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ: تم کسی کو کبھی بھی برا بھلا نہ کو۔ صحابی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے کسی کو برا بھلا، سخت سست نہیں کہا۔ نہ بکری کو نہ ہی اونٹ کو۔ (رواہ احمد)

اوامر نبیؐ کی تابع داری: صحابہ اپنی حرکات وسکنات میں رسول ﷺ کے فرمان کے تابع تھے۔ خیبر کے دن نبی ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پھریرا دیا اور ان سے فرمایا:

آپ جائیے اور مڑنا نہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ تمہیں فتح ونصرت عطا کر دے۔

علی رضی اللہ عنہ کچھ دور چلے، پھر ٹھہر کر باآواز بلند پکارا کیونکہ نبی ﷺ سے دوری پر تھے۔ لیکن نبی ﷺ کی پیروی میں مڑنا گوارہ نہ کیا۔ کہا: اے اللہ کے رسول میں لوگوں سے کس بات پر قتال کروں؟ (رواہ مسلم)

نواہی رسول سے اجتناب:

صحابہ ہر اس چیز سے باز آ گئے جس سے نبی ﷺ نے روک دیا۔ گرچہ اس روک ومناہی پر عمل پیرائی میں ظاہری طور پر مسلمانوں کی نصرت وفتح والی بات تھی۔ اور اسی میں مصلحت نظر آ رہی تھی۔

نبی ﷺ نے غزوہ احزاب کے دن حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم جاؤ اور مشرکوں کے متعلق معلومات لے کے آؤ اور انھیں کچھ پتہ نہ چلے، ایسی کوئی حرکت مت کرنا کہ وہ تجھ کو پہچان لیں اور ہم پر پل پڑیں۔

جب وہ ان کے پاس آئے، ابوسفیان کو اپنے قریب پایا وہ کفار ومشرکین کا سپہ

سالار تھا۔ وہ اپنی پیٹھ آگ کے ذریعہ سینک رہا تھا۔ کہتے ہیں میں نے تیر کمان پہ چڑھایا میرا ارادہ ہوا کہ تیر چلادوں۔

مجھے رسول اللہ ﷺ کی بات و لاتذعرھم علی انھیں بھڑکانے کی کوئی حرکت نہ کرنا، یاد آ گئی، حالانکہ اگر میں تیر چلاتا تو نشانہ پر بیٹھتا۔(رواہ مسلم)

صحابہ کا نبی ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ایمان ویقین کامل کے طور پر تھی۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے روک یا جس میں ہمارا فائدہ تھا۔ اوراللہ اوراس کے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری ہمارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ (رواہ مسلم)

ہردور میں مؤمنہ خواتین نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام واوامر کی بجاآوری میں سبقت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

یہ ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔جنہوں نے رب جل وعلا پر کامل توکل کا مظاہرہ کیا۔ اپنے شوہر کی اطاعت کا بھرپور ثبوت دیا۔

ایک ایسی وادی میں رہائش پر راضی وقانع ہوگئیں جہاں نہ کھیتی نہ پانی۔ بلکہ وادی مکہ میں اس وقت کوئی نہ تھا۔

بظاہر وہاں پران کی اوران کے بچے اسماعیل علیہا السلام کی ہلاکت نظر آرہی تھی۔اس موقعہ پرانہوں نے اپنے شوہر ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا۔

''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کواس کا حکم دیا ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں توانہوں نے کہا: تب وہ ہمیں نہیں ضائع کرے گا۔(رواہ البخاری)

جب صحابیات مومنات پر حجاب کی فرضیت نازل ہوئی: ان کے پاس حجاب کے لئے کپڑے میسر نہیں تھے۔توانہوں نے اپنی چادروں اور دیگر لباسوں کو پھاڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری میں اپنے چہروں کا حجاب کرلیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اولین مہاجر مومنہ خواتین پر رحم فرمائے جب آیت کریمہ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ (النور:۳۱) نازل ہوئی تو اپنے شلوار کا زائد حصہ ہی پھاڑ ڈالا اوراسی سے اپنے چہروں وگریبانوں کو ڈھانپ لیا۔(رواہ البخاری)

اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت ہی شہادتین کی تحقیق وتکمیل اور عبودیت کا کمال ہے: اگرتمہارے کان میں کوئی امر ربانی وحکم نبوی کی صدا ٹکرائے توتم اپنے رب کی عبادت سے شاداں وفرحاں ہوکراس کی بجاآوری میں جلدی کرو اوراگر کوئی نہی وممانعت والی بات ہوتواس سے اجتناب کرو اوراس کے نقصان کا یقین کرکے اوراپنے خالق کی خوشنودی کے طالب بن کراس سے کنارہ کش ہوجاؤ۔

لوگوں میں کمال ایمان والی زندگی اسی کی ہے جس میں اللہ ورسول کے احکام واوامر کی کامل بجاآوری ہو۔

جس میں اطاعت وتابعداری کا جس قدر حصہ فوت ہوگا اسی قدر اس کی زندگی فوت ہوگی۔

جواللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجاآوری نہیں کرے وہ کسی نہ کسی مخلوق کے احکام کی بجاآوری کرے گا اور وہ اس کو ذلیل وخوار کردے گا۔

معصیت الٰہی کے اثرات: اللہ تعالیٰ نے اپنی معصیت ونافرمانی سے ڈرایا ہے۔وہ قرآن میں یوں فرماتا ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور:۶۳)

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول ﷺ عمل کرتے تھے۔مگر میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔مجھے خوف واندیشہ ہے اگر میں آپ کے اوامر واحکام میں سے کچھ بھی چھوڑ دوں گا تو زیغ وضلال کا شکار بن جاؤں گا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

طاعت باری تعالیٰ میں لیت ولعل، کسی قسم کا تردد اس میں کسی نوع کی سستی کمال ایمان وتمام امتثال کے منافی ہے۔

جوشخص نبی ﷺ کے قول پر کوئی قول مقدم رکھے وہ اس کے فرمانبرداروں اور اطاعت گذاروں میں نہیں شمار ہوگا۔

اورآخرت میں امت محمد ﷺ کا ہر فرد جنت میں جائے گا۔سوائے اس انسان کے جو جنت میں جانے سے انکار کرے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا تھا اے اللہ کے رسول!''اور کون انکار کرے گا؟''۔ آپ نے فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو درحقیقت اس نے انکار کیا۔(رواہ البخاری)

اللہ ورسول کی اطاعت سے روگردانی کرنے والا آخرت میں، دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرے گا تاکہ وہ اللہ اوراس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرسکے۔

اوراس دن سزا سے چھٹکارہ کی خاطر زمین بھر مال ودولت اوراس کے برابر اور بھی فدیہ دینے کی خواہش کرے گا۔مگر یہ سب کچھ بے فائدہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ (الرعد:۱۸) اللہ تعالیٰ سے دعا کہ وہ ہمیں اپنا اوراپنے رسول کا فرمانبردار بنائے۔آمین وصلی اللہ علی نبینا وسلم

☆☆☆

ابو مصلح الکریمی

مشکلات در مشکلات پیدا نہ کریں

مسئلہ کو حل کریں

ایمان باقی ہے تو انسانیت زندہ ہے اور کسی بھی طرح کی پریشانی و ناگہانی کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور اگر یہ باقی نہیں رہا تو انسانیت ہلاکت کے دوراہے پر کھڑی موت کے منہ میں چلی جائیگی۔ ۱۸ ہجری میں عمواس کی وبا پھوٹ پڑی، اموات کی کثرت ہوئی، بڑی بڑی ہستیاں چل بسیں، یتیموں کی کثرت ہوگئی، بیواؤں کے لیے مشکلات کھڑی ہوگئیں، اسی سال قحط بھی پڑ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے، بے چین ہوگئے۔ وہ وبازدہ جگہوں کی مسلسل خبریں لے رہے تھے اور ہدایات دے رہے تھے۔ مگر اس بڑی وباء کے پھیلنے اور اس کے شدت اختیار کرنے کے پاداش میں کئی طرح کی انتظامی و اقتصادی مشکلات کھڑی ہونے لگیں۔ چنانچہ آپ فوراً شام کی طرف روانہ ہوگئے، اور آپ نے مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاکم متعین کیا اور خود وہاں پہنچ کر اپنی آنکھوں سے عوام وخواص کے احوال ملاحظہ کئے اور اس وباء اور قحط سے نمٹنے کے لئے فوری اقدامات اور انتظامات کئے، فوج وغیرہ کی تنخواہیں تقسیم کیں، مہاجرین وانصار اور قبائل کی تنخواہیں اور روزینے مقرر کئے۔ اس وقت اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین نے نہایت مستعدی سے انتظام نہ کیا ہوتا تو ہزاروں لاکھوں آدمی بھوکوں مر جاتے۔

ان انتظامات واقدامات میں سے یہ بات بڑی اہم تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام سرغ میں تھے کہ بیماری کی شدت کی خبر لگی اور جب لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ اس وبازدہ سرزمین کی طرف نہ بڑھیں اور یہاں سے کوچ کر جائیں تو آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ اگلے دن ہی کوچ کرنے کا اعلان کر دیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جو تقدیر پر سختی سے اعتقاد رکھتے تھے نے ٹوک دیا اور کہا کہ امیر المومنین! کیا تقدیر الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ تقدیر الٰہی ہی سے بھاگ کر تقدیر الٰہی ہی کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ فوج جہاں اتری ہے، وہ نشیب اور مرطوب جگہ ہے، اس لئے کوئی عمدہ و پُر فضا جگہ دیکھ کر وہاں چلے جائیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تقدیر پر سختی سے اعتقاد رکھنے کے باوجود حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جابیہ میں جا کر اقامت پذیر ہوئے جو آب وہوا کی خوش گواری کے لیے معروف تھا۔ حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تقدیر پر سختی سے اعتقاد رکھنے کے لئے معروف تھے، ان کے ہوتے ہوئے تو نہیں، البتہ ان کے انتقال کے بعد ہی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں خطبہ پڑھا اور کہا کہ وبا جب شروع ہوتی ہے تو آگ کی طرح پھیلتی جاتی ہے، اس لئے تمام فوج کو یہاں سے اٹھ کر پہاڑوں پر پھیل جانا چاہئے۔ فوج ان کے حکم کے مطابق ادھر ادھر پہاڑوں پر پھیل گئی اور وبا کا خطرہ جاتا رہا۔ الغرض ایسے مواقع پر عوام، عام جنتا اور لوگوں کا حکومت کی ہدایات پر جہاں عمل کرنا سب کے حق میں ہوتا ہے وہیں حکام اور ذمہ داروں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہر ممکن اقدام وانتظام اور احتیاط اور تدبیر کرتے رہیں اور ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لئے وہ سارے جتن کریں جو ممکن ہوں؛ خصوصاً صحت وطب کے تمام اصول وضوابط، بیماری کی روک تھام کے لئے تمام احتیاطی اور ضروری تدابیر اور بھوک مری اور بے روزگاری اور بے کاری سے بچانے کے لئے ہر وہ اقدام وانتظام کرے جس سے انسانیت مزید دوسری وباؤں، بلاؤں اور آزمائشوں کی چکی میں پس کر تباہ و برباد نہ ہو جائے۔ اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان تمام اقدامات اور ہر شعبہ حیات میں اہم اور خصوصی انتظامات کو مسائل ومشکلات کے حل کرنے میں بڑا دخل ہے۔ نیز عوام وخواص نے جس طرح حکومت اور اصحاب حل وعقد اور ہدایاتِ اطباء و حکماء اور آرائے علماء پر اختلاف آراء کے باوجود عمل کیا اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کہیں تالابندی (Lockdown) ضروری ہے تو کہیں ازدحام اور ناخوشگوار فضاء سے بچنے کے لئے محفوظ و مامون اور پرفضا وکشادہ جگہ پر پہنچ کر محفوظ ومرکوز ہو جائے اور قرنطینہ کر لے اور عوام کو چاہئے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا مطلوبہ کردار ادا کرنے میں ہر طرح معاون ہوں۔ معنوی اور مادی طور پر فکرمندی سے، تگ و دو کر کے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے اس کے بندوں کی حاجت براری میں جٹ جائیں، حکام اور حکومتوں کے فرائض ومسئولیت کی ادائیگی میں آپ اہم عنصر اور ذمہ دار قرار پائیں گے مگر ضروری نہیں کہ آپ کی ذمہ داریاں جو آپ کے گرد وپیش، خویش واقارب، دیش و پردیس اور احباب واصحاب سے متعلق ہوں وہ حکومت کے نام پر ساقط ہو جائیں گی اور آپ بری قرار پائیں گے۔ آپ حتی المقدور اپنے تمام رشتہ داروں، پڑوسیوں، متعلقین اور اہم جنتا کی خبرگیری کریں اور ان کی تیمارداری اور ان کی کفالت وحفاظت سے اس لئے نہ بری ہو جائیں کہ یہ حکومت کا کام ہے۔ ہم نے دیکھا کہ دنیا کی سب سے اچھی حکومت اور علی الاطلاق سب سے اچھے حاکم ورہبر نے حکومت کے خزانے میں ایک دانہ اور قوت لایموت کا انتظام نہ ہونے کے باوجود سخت کسمپرسی اور مجبوری کی حالت میں صرف اسیران جنگ کو کھانا کھلانے کا حکم دے دیا

اور چونکہ وہ عوام، فقراء و مساکین اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے خوگر تھے اور جسے وہ اپنے اوپر لازم کئے ہوئے تھے، اس لیے خود کھجور کے چند عدد پر اکتفاء کرتے اور ان کو باضابطہ روٹی کھلاتے جو اس وقت بڑی بات تھی۔ اس طرح کے اور بھی مواقع آئے تو خود بھوکے رہ گئے اور مسافروں اور وقت و مصیبت کے ماروں کو بھر پیٹ کھانا کھلا کر ایک طرف مسرور و شادماں ہوئے تو دوسری طرف انسانیت اور مسلمان کے تئیں فرض ادا کیا اور تیسری طرف بھوک کی مصیبت کو ختم اور کم کرنے میں کردار نبھایا اور صرف حکومت و حکام کے نام پر سیاست کرنے اور ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرنے کے بکھیڑے کھڑے نہیں کئے بلکہ بھوکوں، بدحالوں، نڈھالوں کا سہارا بنے، بھوک مری مٹائی۔ حکومت و معاشرہ کا بوجھ ہلکا کیا، سب سے بڑی بات یہ کہ رب کو راضی کرلیا، سارا غم اور ساری مصیبت برداشت کر کے انسانیت کو زندہ کر دیا۔ ایمان کو تر و تازہ رکھا اور یہ رہا تو انسانیت کبھی نہیں مرسکتی۔ ایک اور بات جس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ صحابہ کرام نے تقدیر کے مسئلے کو جو خالص عقیدے کا مسئلہ تھا کو بھی اختلاف ہونے کے باوجود مسئلہ اور فتنہ نہیں بننے نہیں دیا اور نہ امت کے لیے مسائل کھڑے ہونے بلکہ اور اختلاف اور اجتہاد کے مختلف ہونے کے باوجود متفقہ طور پر مسئلے کو عملی طور پر حل کر دیا اور یہی ہے پیش آمدہ مسائل میں منہج سلف اور اسوہ اصحاب نبوی۔

آؤ ایک دفعہ کا واقعہ اپنی نصیحت اور اصلاح کے لئے ذکر کرتے ہیں کہ اس وقت جبکہ تالابندی کا سلسلہ مکمل طور پر ٹوٹا نہیں ہے اور لوگ بھوکے ہیں اور بڑی تیزی سے اللہ نہ کرے عام لوگ بھوک مری کی طرف رواں دواں ہیں، نصیحت ہمکو اور پھر آپ کے بھی کام آجائے اور ایمان و انسانیت بچ جائے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک فاقہ زدہ اور بھوکا پیاسا شخص خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں سخت بھوکا ہوں۔ آہ آج کی اس متمدن اور متمول دنیا کے محلوں اور پڑوس، جھگیوں اور گھروں میں کتنے لوگ سخت ترین بھوکے ہیں اور موت کا شکار ہو رہے ہیں۔؟؟؟ آپ نے ازواج مطہرات سے دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ ہر گھر نبوی سے یہی جواب آیا کہ ''صرف پانی ہے''۔ آپ نے صحابہ کرام جو حاضر تھے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کوئی ہے جو آج ان کو اپنا مہمان بنائے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں حاضر ہوں'' اور مہمان کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے، مگر وہاں بھی برکت تھی، کھانے کو کچھ نہ تھا، بیوی نے کہا: صرف بچوں کے کھانے کے لئے کچھ ہے۔ انہوں نے بیوی سے کہا: بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو، چراغ بجھا دو اور وہی کھانا مہمان کے سامنے لا کر رکھ دو۔ تینوں ساتھ کھانے پر بیٹھے۔ میاں بیوی بھوکے بیٹھے رہے اور اندھیرے میں اس طرح ہاتھ چلاتے اور منہ بجاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں، تا آنکہ بھوکے مہمان نے کھانا تناول فرمالیا۔ اللہ جل شانہ جو در اصل اسی کا یہ آب و دانہ ہے اور اسی کا دیا ہوا کھانا ہے، اتنا خوش ہوا اور ان دونوں حضرت ابوطلحہ اور ام طلحہ رضی اللہ عنہما کے اللہ عز شانہ کے دیئے ہوئے کھانے کو اسی کی رضاء کے لئے بھوکے ہونے کے باوجود اپنے نونہالوں کو بھوکا رکھ کر دوسرے بھوکے کو کھلا دینے کی ایسی جگہ تعریف و توصیف کی کہ جس پر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے اور اس کے بدلے دنیا کا بڑا سے بڑا عالمی و بین الاقوامی اعزاز و ایوارڈ ہیچ ہے۔ اس ایثار و قربانی اور مہمان نوازی کا یہ انعام و اکرام اور اعزاز و ایوارڈ ہے تو اس سے بہتر اور پائیدار ایوارڈ اور کیا ہوسکتا ہے۔ وہ اعزاز و اکرام سورہ حشر کی آیت کریمہ میں بطور سند عالی قیامت تک دہرائی جاتی رہے گی: ''وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' (الحشر: ۹)'' وہ خود سخت محتاج اور ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں''۔ فھل من مدکر؟؟؟۔

بھائیو! آپ بہادر ہیں، حالات کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، کورونا جیسی وبائے عام اور اس سے پیدا شدہ حالات اور مشکلات کا مقابلہ کر رہے ہیں اور جس طرح اس وائرس کے پھیلاؤ کے سامنے اللہ کی توفیق اور مدد سے آڑ بن گئے ہیں، اور اس لاک ڈاؤن کے زمانے میں اپنے آپ کو جس طرح سے گھروں میں محصور کر لیا ہے اور اپنی زندگی کی بہت ساری ذمہ داریوں، فرائض اور اہم حاجات و ضروریات کو تج دیا ہے حتی کہ فرض نمازیں بھی گھروں میں ادا کر رہے ہیں اس پر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

البتہ اس ضمن میں دو اہم باتوں کا ضرور خیال رکھیں کہ اس مہاماری کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ہماری آراء مختلف ہوسکتی ہیں اور جتنی عظیم یہ وبا ہے اور جس طرح سے عالمی سطح پر پھیل گئی ہے ایسے میں مشکلات کا پیدا ہونا اور مسائل کا اٹھتے رہنا ناگزیر بات ہے۔ لیکن ہم اپنے فہم و فراست، معاملہ فہمی اور اخلاص و ایمان کے ذریعہ یہی نہیں کہ مزید فتنہ و فساد، اختلاف اور نفاق و شقاق پیدا نہیں ہونے دیں گے بلکہ ہر طرح کی مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کریں گے۔ مادی و منفی اثرات کو پھیلنے نہ دیں گے خواہ وہ افواہوں اور نفرتوں کی شکل میں ہو یا بیکاری و بھوک مری کی شکل میں۔ خصوصا عبادات کی ادائیگی میں بلا کسی وسوسے اور بچاتنگی میں مبتلا ہوئے بغیر دین و شریعت، طب و صحت اور حکومتوں کی ہدایات، توجیہات اور ارشادات کی روشنی میں انجام دیں گے۔ اور اپنی حکمت و حلم اور جود و سخا اور ایثار و قربانی سے ہر طرح کی مشکل کو بالکل بے اثر کر دیں گے۔ اس کے لیے اپنے آپ پر قابو پانے، صفائی ستھرائی کو درجہ اول میں رکھنے اور بھیڑ بھاڑ سے بچنے بچانے، طب و صحت کے اصولوں کو بروئے کار لانے اور اطباء و ڈاکٹروں کی قدر دانی اور انتظامیہ کے ساتھ تعاون کرنے میں اپنا بھر پور کردار نبھائیں گے اور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے رب حقیقی اور پالنہار کے حضور دست دعا دراز کئے رہیں گے۔ اس کے سامنے دامن مراد پھیلاتے رہیں گے اور اس مشکل گھڑی کو اللہ کی عبادت اور بندوں کو بھوک و تکلیف سے بچانے میں اپنی پوری طاقت صرف کریں گے۔ تا آنکہ اللہ جل شانہ اس ابتلاء و آزمائش سے ہم کو کامیابی و سرخروی کے ساتھ نجات دے دے۔ عزم جواں، توکل کامل، عمل پیہم اور توفیق الٰہی ہم سب کا حلیف و ہمدم ہو۔ ☆☆

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نورالعین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الھندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی

کورونا وائرس سے بچنے کا طریقہ

یہ تو حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جس قدر امراض واسقام پیدا کیے ہیں، ان کے علاج بھی اتارے ہیں۔ انسان اپنی تمام تر ترقیاتی، سائنس و ٹکنالوجی اور میدان طب میں حصولیابیوں کے بدولت بہت سے امراض کا علاج ڈھونڈ پانے میں کامیاب ہوا ہے لیکن کچھ بیماریاں اب بھی لاعلاج ہیں۔ یہ لاعلاج اس معنی میں ہیں کہ انسان کی رسائی اس کے علاج تک نہیں ہوئی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے ان کا علاج نازل فرمارکھا ہے۔ بروقت کروناوائرس بھی ایک خطرناک وبائی شکل اختیار کرچکا ہے۔ دنیا کے اکثر ملکوں میں یہ مرض اپنا بال و پر پھیلا چکا ہے۔ چین سے نکلنے والا یہ وبائی مرض دنیا کے تقریبا تمام ممالک میں پھیل چکا ہے۔ ہر طرف بے چینی کی کیفیت ہے اور دنیا کے بڑے بڑے اطباء اور ماہر وقابل ترین حکماء اس مرض پر کنٹرول پانے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ وطن عزیز ہندوستان کی حالت بھی کسی سے مخفی نہیں۔ ۱۹۱۸ء میں پھیلنے والے فلو کا ایک وائرس دنیا بھر میں ۵/کروڑ سے زیادہ جانیں لے کر ٹلا تھا۔ عالمی ادارہ صحت کا کہنا ہے کہ حالیہ عرصے میں برڈ فلو سو سے زیادہ افراد کو نگل چکا ہے۔

حالیہ عرصے کے مہلک وائرس میں سارس پہلے درجے پر ہے۔ ۲۰۰۲ء میں چین سے شروع ہونے والے اس وائرس سے اگرچہ آٹھ ہزار کے لگ بھگ لوگ متاثر ہوئے تھے لیکن اس کی ہلاکت کی شرح بہت زیادہ تھی۔ اس سے ۷۷۴/افراد ہلاک ہوئے۔

کرونا وائرس کے علامات کیا ھیں؟

ماہرین صحت کے مطابق بخار، کھانسی، زکام، سردرد، سانس لینے میں دشواری کروناوائرس کی ابتدائی علامات ہوسکتی ہیں۔

لیکن ضروری نہیں کہ ایسی تمام علامتیں رکھنے والا مریض کروناوائرس کا ہی شکار ہو۔ البتہ متاثرہ ممالک سے آنے والے مسافروں یا مشتبہ مریضوں سے میل جول رکھنے والے افراد میں اس وائرس کی منتقلی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

اگر بیماری شدت اختیار کرجائے تو مریض کو نمونیہ ہوسکتا ہے اور اگر نمونیہ کنٹرول سے باہر ہوجائے تو مریض کی موت واقع ہوسکتی ہے۔

ماہرین صحت کے مطابق انفیکشن سے لے کر علامات ظاہر ہونے تک ۱۴/روز لگ سکتے ہیں۔ لہذا، ایسے مریضوں میں وائرس کی تصدیق کے لئے انہیں الگ تھلگ رکھا جاتا ہے۔

یہ وائرس کیسے پھیلتا ھے؟:

تندرست افراد جب اس مرض میں مبتلا انسان سے ہاتھ ملاتے ہیں یا گلے ملتے ہیں تو یہ وائرس ہاتھ اور سانس کے ذریعے انسانی جسم میں داخل ہوجاتا ہے۔ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ وائرس انتہائی تیزی کے ساتھ ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہوجاتا ہے۔ لہذا، اس وائرس میں مبتلا مریضوں کا علاج کرنے والے طبی عملے کو بھی انتہائی سخت حفاظتی اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔

کورونا وائرس سے کیسے بچاجاسکتا ھے؟

ماہرین صحت کے مطابق باقاعدگی سے ہاتھ دھونا، ماسک کا استعمال، کھانسی اور چھینک کے وقت ٹشو پیپر یارومال کا استعمال یا عدم دستیابی کی صورت میں کہنی سے ناک کو ڈھانپ لینا وائرس سے انسان کو محفوظ بناتا ہے۔

کوروناوائرس کے مشتبہ مریض سے بغیر حفاظتی اقدامات یعنی دستانے یا ماسک پہنے بغیر ملنے سے گریز کی بھی ہدایت کی گئی ہے۔ ماہرین کے مطابق گوشت اور انڈوں کو اچھی طرح پکانا بھی حفاظتی تدابیر میں شامل ہے۔ نزلہ اور زکام کی صورت میں پرہجوم مقامات پر جانے سے اجتناب اور ڈاکٹر سے تفصیلی طبی معائنہ کرانا بھی اس مرض سے بچاؤ کے لئے فائدہ مند ہے۔

کورونا وائرس سے بچاؤ کے لئے کیا کرنا چاھئیے؟

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اس بات پر ایمان وایقان ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے کروناوائرس یا اس جیسی خطرناک بیماریوں کو پیدا کیا ہے اور اس کے درپردہ اللہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ جو اللہ کو فراموش کربیٹھیں ہیں، وہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے جوڑیں۔ چنانچہ دنیا کے تمام وبائی اور مہلک امراض سے بچاؤ کا سب سے ٹھوس اور مضبوط قلعہ تو یہی ہے کہ ہم اللہ کے بارگاہ میں پناہ لیں اور اس کی پناہ طلب کریں۔ اہل ایمان کا شیوہ ہوتا ہے کہ جب انہیں مشکلات درپیش ہوتی ہیں تو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو دیکھئے کہ جب شاہ مصر عزیز کی اہلیہ نے بدکاری پر آمادہ کیا تو "معاذ الله" (سورۃ یوسف/ 23) کہہ کر اللہ کی پناہ طلب کی۔ مریم علیہا السلام کے سامنے جب روح الامین جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل وصورت میں تشریف لائے تو انہوں نے "اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ" کہہ کر اللہ کی پناہ کی خواستگار ہوئیں۔ (سورۃ مریم/18)

☆ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بکثرت دعائیں کیا کریں اور اللہ سے روئیں، گڑگڑائیں اور ہر طرح کے امراض واسقام اور بیماریوں سے عافیت کے لئے دعائیں مانگیں کیونکہ دعا ایک ایسا مضبوط ہتھیار ہے جس سے مصائب و آلام اور بلیات و آفات کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ کروناوائرس اور اس طرح کی بیماریاں اللہ کے اقدار میں

سے ہیں تو انہیں دعاؤں کے ذریعہ ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''**لایرد القضاء الا الدعاء**'، یعنی تقدیر کو صرف دعا ہی پھیر سکتی ہے۔(سنن ترمذی/139، مسند احمد ۵/۲۷۷، سنن ابن ماجہ/90، شیخ البانی نے اسے صحیح الجامع/7687 اور سلسلہ احادیث صحیحہ/145 میں حسن قرار دیا ہے۔)

دعا کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں موجود امراض اور جو ابھی وجود میں نہیں آئے سب کے لئے تریاق اور محافظ ثابت ہوتی ہے۔چنانچہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''**لایغنی حذر من قدر، وان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل، وان الدعاء لیلقی البلاء فیعتلجان الی یوم القیامة**'' یعنی احتیاط کو دائرہ تقدیر سے باہر نہیں رکھا جاسکتا۔دعا موجود اور غیر موجود دونوں بیماریوں میں فائدہ پہنچاتی ہے اور دعا مصیبت سے ملتی ہے تو اس سے لڑتی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک دراز ہوتا ہے۔(اسے امام طبرانی ۲/۸۰۰(۳۳) نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح الجامع/7739 میں حسن قرار دیا ہے۔)

یہ تو عمومی دعاؤں کی بات ہوئی لیکن اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کچھ ایسی دعائیں بھی سکھائی ہیں جو خصوصی طور پر مصائب وآلام اور آفات و بلیات نیز مختلف بیماریوں سے پناہ پر مبنی ہیں۔ان ماثورہ دعاؤں کا اہتمام بھی ہم کرکے ایسے امراض واسقام سے خود کو عافیت میں رکھ سکتے ہیں۔جیسے اگر آپ کسی بیمار شخص کو دیکھتے ہیں تو آپ کو یہ دعا پڑھنی چاہئے:''**الحمدللہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا**''(سنن ترمذی/3431، حسنہ الالبانی) اگر کوئی انسان یہ دعا پڑھ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بیماری سے اسے عافیت میں رکھتا ہے جیسا کہ بعض روایتوں میں صراحتا وارد ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعا پڑھ لیتا ہے تو اسے پھر یہ بیماری لاحق نہیں ہوتی ہے۔(سنن ترمذی/3432، سنن ابن ماجہ/3892، شیخ البانی نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

صبح وشام اگر سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھتے ہیں تو یہ سبھی چیزوں سے ہماری حفاظت کرتی ہیں۔اسی طرح سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سکھائی ہے:''**اللھم انی أعوذبک من البرص والجنون والجذام ومن سیئ الأسقام**''، یعنی اے اللہ میں تیری برص، جنون، جذام اور خطرناک بیماریوں سے پناہ مانگتا ہوں۔(مسند احمد/12592، سنن ابوداود/1554، سنن نسائی/5493، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اسی طرح اگر ہم صبح وشام''**حسبی اللہ لاالہ الا ھو، علیہ توکلت، وھو رب العرش العظیم**'' سات بار پڑھنا تو دنیاوی واخروی تمام مصائب سے ہمارے لئے خلاصی اور چھٹکارے کا سبب ہے۔(**عمل الیوم واللیلة لابن السنی**/ص۶۷، شیخ شعیب ارناووط نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اسی طرح سے عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت حدیث کے مطابق اگر ہم صبح وشام ''**بسم اللہ الذی لایضر مع اسمه شیء فی الأرض ولافی السماء وھو السمیع العلم**'، تین تین بار پڑھتے ہیں تو اس مدت میں ہمیں کوئی بھی بیماری اچانک نہیں آسکتی ہے۔(سنن ابوداود اور شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

امام قرطبی نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور سچ ہے۔اس کا مشاہدہ ہم نے بھی کیا ہے کہ ہم اسے پڑھتے تھے تو کسی طرح کی کوئی تکلیف لاحق نہیں ہوتی تھی لیکن ایک مرتبہ مجھے بچھو نے ڈنک ماردیا تو میں نے جب سوچا تو پایا کہ اس دن یہ دعا پڑھنی بھول گیا تھا۔(**الفتوحات الربانیة علی الأذکار النواویة۳/۱۰۰**)

اس کے علاوہ بھی بے شمار ماثور دعائیں جنہیں پڑھ کر ہم کرونا وائرس اور اس سے خطرناک بیماریوں سے اپنی حفاظت کرسکتے ہیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دعاؤں کے اہتمام کو تمام بیماریوں سے حفاظت کا ذریعہ بتایا ہے اور آپ کی بات کسی بھی صورت میں غلط نہیں ہوسکتی ہے۔یہ الگ بات ہے کہ ہمارے ایمان وایقان اور بھروسے میں کمی کے باعث کچھ کوتاہی رہ جائے اور ہم ان بیماریوں میں مبتلا ہوجائیں۔

☆ایک مسلمان کو اپنا رشتہ قرآن مجید سے ہمیشہ استوار رکھنا چاہئے اور قرآن کریم چونکہ حسی اور معنوی ہر دوطرح کی بیماریوں سے شفایابی کا ذریعہ ہے لہذا ہمیں قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعہ دم کرکے شفایابی حاصل کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ''، یعنی قرآن پاک میں ہم نے جو نازل کی ہیں وہ مومنوں کے لئے شفا اور سامان رحمت ہے۔(سورہ اسراء/82)

امام ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ، زادالمعاد، ص/266 پر قمطراز ہیں کہ قرآن پاک ہر طرح کے قلبی اور جسمانی امراض نیز دنیوی واخروی بیماریوں سے مکمل شفایابی کا ذریعہ ہے لیکن ہر انسان کو اس سے علاج کی توفیق نہیں ملتی ہے۔اگر بیمار انسان اس سے اچھے انداز میں علاج کرتا ہے اور صدق وایمان اور مکمل طور پر مطمئن ہوکر بھروسے کے ساتھ، سبھی شرطوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیماری کا علاج کرتا ہے تو کبھی بھی وہ بیماری قرآن پاک کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

یوں تو قرآن پاک پورا کا پورا شفا ہے لیکن اس میں بعض سورتیں علاج ومعالجہ کے لئے زیادہ موثر ہیں جن میں سورہ فاتحہ، معوذتین اور آیۃ الکرسی وغیرہ ہیں۔سورہ بقرہ کی آخری دوآیتوں کے بارے میں ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**من قرأ بالآیتین من آخر سورة البقرة فی لیلة کفتاہ**''، یعنی اگر کوئی انسان رات میں سورہ بقرہ کی دوآیتیں پڑھتا ہے تو یہ دونوں آیتیں اس(کی حفاظت) کے لئے کافی ہوں گی۔(صحیح بخاری) اسی طرح آیۃ الکرسی کے بارے میں وارد ہے کہ اگر ہم بستر پر آتے ہیں اور اسے پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک نگہبان ہماری حفاظت پر مامور ہوتا ہے اور صبح تک ہمارے

پاس شیطان بھٹک نہیں سکتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے زکوٰۃ کی حفاظت والے واقعہ میں درج ہے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ ''الجواب الکافی''/9 پر لکھتے ہیں کہ اگر انسان سورہ فاتحہ سے اچھے ڈھنگ سے علاج کرے گا تو شفایابی کے تعلق سے عجیب وغریب تاثیر پائے گا۔ میں مکہ میں ایک مدت تک قیام پذیر رہا۔اس دوران مجھے مختلف بیماریاں ہوتی رہیں۔ مجھے ڈاکٹر اور علاج میسر نہیں تھا۔ چنانچہ اپنا علاج سورہ فاتحہ کے ذریعہ کیا کرتا تھا تو مجھے حیرت انگیز تاثیر دکھائی دیتی تھی۔ چنانچہ جسے بھی درد کی شکایت ہوتی تھی میں اسے یہی بتاتا تھا تو ان میں سے اکثر لوگ بہت جلد ٹھیک ہوجاتے تھے۔

☆اگر مسلمان ہر طرح کے آفات وبلیات اور مصائب وآلام سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اور قلبی اطمینان اور ذہنی سکون چاہتا ہے تو اسے نمازوں کی پابندی کرنی ہوگی۔اس کے بغیر کوئی انسان سکھ چین سے نہیں رہ سکتا ہے۔ پنجگانہ نمازیں عمومی طور پر اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا انسان کے لئے امراض واسقام اور ہر طرح کے مصائب وآلام سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ چنانچہ جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''من صلى الصبح فهو في ذمة الله'' یعنی جو فجر کی نماز ادا کرتا ہے وہ اللہ کی نگہداشت میں ہوتا ہے۔(صحیح مسلم/657)

سعودی عرب کی کوروناوائرس کے تعلق سے حساسیت:

یوں تو پوری دنیا میں پرہجوم جگہوں پر پابندی عائد کی گئی ہے۔امریکہ اور دوسرے ملکوں میں میڈیکل ایمرجنسی کا اعلان تک کردیا گیا ہے لیکن کچھ لوگوں نے سعودی عرب کے اس فیصلہ پر شدید نکتہ چینی کی جس میں مملکت توحید سعودی عرب نے عمرہ زائرین اور سیاحوں کے مملکت سعودی عرب میں داخلے پر وقتی پابندی عائد کردی۔ حالانکہ یہ مملکت سعودی عرب کا بروقت لیا گیا ایک مستحسن فیصلہ ہے۔ کوروناوائرس نے آج کی ترقی یافتہ دنیا کو ہلاکر رکھ دیا ہے۔ اس کے جراثیم کے پھیلاؤ کی وجہ سے ہر ملک اور ہر شخص فکرمند ہے اور ہر ملک میں اس سے تحفظ وبچاؤ اور اس کے انسداد کی مختلف تدابیر ہورہی ہیں۔مملکت سعودی عرب نے بھی اپنے شہریوں خصوصا پوری دنیا سے آنے والے حجاج ومعتمرین اور زائرین کے تحفظ وبچاؤ کے لئے بروقت حکیمانہ قدم اٹھایا ہے اور احتیاطی تدبیر کی ہے اور اس کا یہ شیوہ بھی رہا ہے کہ وہ اپنی وسعت اور امکان کی حد تک ان کی راحت وآرام اور صحت واطمینان کے لئے کوششیں صرف کرتی ہے۔اس وقت دنیا کے مختلف ممالک وبلدان خصوصا چین جو اس وباء کے پیدا ہونے کی پہلی سرزمین ثابت ہوئی ہے، یہ وباء مزید ملکوں میں نہ پھیلے اس کی تدبیر اپنی سطح پر کرنے میں منہمک ہیں جس کی شریعت مطہرہ میں مضبوط بنیاد ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اذا سمعتم به بأرض فلاتقدموا عليه، واذا وقع بأرض و أنتم بها فلاتخرجوا فرارامنه'' یعنی جب کسی ملک میں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور نہ طاعون زدہ ملک سے جان بچانے کے لئے بھاگو۔(صحیح بخاری/5739، صحیح مسلم/2219)

لہذا، ہمیں صبر وضبط سے کام لینا چاہئے اور مملکت توحید سعودی عرب کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے کچھ دنوں تک جب تک کہ کوروناوائرس کے خطرات ختم نہیں ہوجاتے عمرہ وغیرہ کا پروگرام نہیں بنانا چاہئے۔

کویت کی مسجدوں میں باجماعت پنجگانہ نمازوں سے روک کے متعلق فتوی:

کوروناوائرس کے پھیلاؤ کی وجہ سے اٹھائے گئے احتیاطی اقدامات میں دوسرے نمبر پر جس ملک کے فیصلے کی کچھ لوگ تنقید کررہے ہیں، وہ کویت ہے کیونکہ وہاں ایک حکم کے ذریعہ وزارۃ الأوقاف للشؤون الاسلامیۃ نے تاحکم ثانی مسجد میں باجماعت نماز کی ادائیگی اور جمعہ پر روک لگادیا ہے جبکہ یہ اعتراض اور تنقید بھی بیجا اور شرعی احکامات سے نابلدی کی بنیاد پر ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں ایسے اصول اور بنیادیں موجود ہیں جن کی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی ساقط ہوجاتی ہے اور انسان اگر گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی طرف سے کافی ہوتا ہے اور یہی حال جمعہ کی نماز کا بھی ہے۔ جماعت میں یقینی طور پر لوگ یکجا ہوتے ہیں اور مسجدوں میں ہونے والی بھیڑ کوروناوائرس کے پھیلاؤ کا سبب بن سکتا ہے اور شرعی حکم موجود ہے :''لا يوردن ممرض على مصحح'' یعنی بیمار زدہ اونٹ کو صحیح اونٹ کے پاس نہیں باندھا جائے گا۔(صحیح بخاری/5771) اس پر قیاس کرتے ہوئے نیز کوروناوائرس کے تعلق سے ماہرین صحت کے ہدایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس بات کی جو چھوٹ دی گئی ہے، وہ درست اور مناسب ہے۔

اسی طرح سے آپ احادیث کے ذخیرے کو دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بارش کی وجہ سے بلا جماعت گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے لیکن جب معاملہ وبائی امراض اور مہلک بیماریوں کا ہوگا تو بدرجہ اولیٰ یہ چیز جائز ہوگی۔اسی طرح سے ایک روایت میں ہے کہ ایک موقع پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن بارش کی وجہ سے اپنے موذن کو حکم دیا کہ وہ اذان میں ''ألا صلوا في رحالكم'' کا اعلان کردے۔ چنانچہ جب موذن نے اعلان کیا تو کچھ لوگوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اعتراض کیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس پر برجستہ کہا کہ یہ عمل وہ ہستی کیا کرتی تھی جو تم سے بہتر تھی۔

لہذا، حکومتوں کے فیصلوں پر تنقید کرنے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کیا جائے اور توبہ وگریہ وزاری کرکے اپنے گناہوں کی معافی تلافی کیا جائے اور فواحش ومنکرات اور محارم وسیئات سے باز رہا جائے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ دعائیں کی جائے کہ اللہ اس مصیبت سے دنیا کو نجات دے اور ہمیں کوروناوائرس اور اس جیسی دوسری بیماریوں سے حفظ وامان میں رکھے۔ ☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی ناظم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ

حقوق انسانی کا ضامن صرف اسلام ہی ہے

جب سے یہ دنیا قائم ہے اور جس دن سے ابوالانبیاء ابوالانسان حضرت آدم اور ماں حضرت حوا علیھما السلام کو اس زمین پر اتارا گیا، ہم انسانوں کی ہدایت ورہبری کے لیے جو دین ان کے ساتھ نازل ہوا، اس دین کی بنیاد توحید اور حقوق کی حفاظت پر قائم تھی۔

افزائش نسل انسانی کے لیے حضرت آدم اور حوا کے جو بچے پیدا ہوئے ان کے جوڑے پہلے ہی سے اللہ کے حکم سے طے شدہ تھے، چنانچہ یہی سنت ان کے درمیان جاری وساری تھی، اس کی بنیاد پر ہابیل اور قابیل کی جوڑیاں بھی مقرر تھیں، لیکن جولڑکی قابیل کے حصے میں آئی وہ اسے پسند نہ تھی بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اس کی شادی اس لڑکی سے ہو جو ہابیل کے حصے میں آئی تھی، اس حکم کی تبدیلی کے لیے اس نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی لیکن اس کی قربانی رد کردی گئی اور ہابیل کی قربانی قبول کر لی گئی، غصے میں آکر اس نے ہابیل کو قتل کر دیا، یہ کسی کا حق غصب کرنے کی خواہش پر دنیا میں پہلا قتل تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی تک جتنے نبی آئے سب نے توحید کے ساتھ ساتھ حقوق انسانی کی حفاظت پر بھی زور دیا، ان تمام انبیاء کی تعلیمات میں حقوق انسانی کا بیان موجود تھا۔ ان تمام آسمانی ادیان کا نام اسلام ہی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آخری وصیت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ، وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا، وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ. اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ، قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ، يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“ (البقرہ: ۱۳۰-۱۳۲)

”اور جو شخص ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے اعراض کرتا ہے وہ سراسر احمق اور بیوقوف ہے، یقیناً ہم نے انہیں دنیا میں چن لیا تھا اور آخرت میں وہ نیکوکاروں میں سے ہوں گے، اور اسی (ملت اسلام) پر قائم رہنے کی وصیت ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کی، اے میرے بیٹو! اللہ نے دین (اسلام) کو تمہارے لیے پسند فرمایا ہے، تو اسلام کی حالت میں ہی تمہاری موت ہو“۔ اور اسی دین اسلام کو تھام لینے کی دعوت دیتے ہوئے اللہ کہتا ہے: ”قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ“ (آل عمران: ۶۴)

”آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ہم اور تم ایک ایسے کلمے پر متفق ہو جائیں جو تمہارے اور ہمارے درمیان مساوی ہے، اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے علاوہ معبود بنائے، اگر وہ اس دعوت سے اعراض کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ہم مسلمان ہیں“۔

گویا اس دنیا میں جتنے مذاہب سماویہ آئے ان سب کا صرف ایک ہی نام تھا اور وہ تھا اسلام اور ہر نبی کے دور میں حقوق انسانی کی تلقین موجود تھی جوان کے عہد میں ضروری تھا چونکہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لیے آپ کی شریعت میں جملہ حقوق کی تفصیلی وضاحت کردی گئی ذیل میں ان چند حقوق کا سرسری ذکر کرتا ہوں جن کی مراعات کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

(۱) **زندہ رہنے کا حق**: زندگی اللہ کی دی ہوئی ہے اسے انسان خود بھی ختم کرنے کا حق نہیں رکھتا اس لیے خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے اور کسی شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل گردانا گیا ہے۔ ”مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا، وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا“ (المائدۃ: ۳۲)

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جامع خطبہ دیا تھا اس خطبہ کے مندرجات میں سب سے پہلی چیز جان کی حفاظت تھی، چنانچہ آپ نے فرمایا: ”أیھا الناس ان دماء کم واموالکم وأعراضکم حرام علیکم“ ”اے لوگو! تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری عزت وآبرو ایک دوسرے پر حرام کردی گئی ہیں۔

(۲) **مال کی حفاظت**: اسی خطبے میں لوگوں کے مال کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک دوسرے کے مال کو ایک دوسرے پر حرام قرار دیا گیا، اور لوگوں کے مال کو

ناحق کھانے سے روکنے کے لیے سود کی ممانعت فرمادی، جو معاشرے کو کھوکھلا کردیتا ہے، اور قربان جایئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی پر کہ سب سے پہلے ان احکام کی تطبیق اپنے رشتے داروں پر کی، چنانچہ فرمایا: ''ان اول دم أضعه تحت قدمی دم ابن ربیعه بن الحارث بن عبدالمطلب، وکان مسترضعا فی بنی سعد فقتلته هذیل ...... وأول ربا من ربا الجاهلیة أضعه ربا عباس بن عبدالمطلب ....''(رواہ مسلم)

پہلا خون جس کے انتقام لینے سے میں تمہیں روکتا ہوں وہ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے نوزائدہ بیٹے کا خون ہے جو قبیلہ بنی سعد میں بغرض رضاعت موجود تھا اور جسے ہذیل نے قتل کردیا تھا،۔۔۔۔۔۔۔۔اور پہلا سود جسے میں ختم کردیتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔

(۳) عورتوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی خاص تلقین: اسی خطبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے حسن سلوک کی تلقین کی استوصوا بالنساء خیراً ......

(٤) غلاموں کے حقوق: اسلام میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی جو تلقین کی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ ہمیں اس بات سے ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اپنی امت کو جو آخری وصیت کی تھی اس میں نماز پر محافظت برتنے اور غلاموں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم تھا: ''الصلاة الصلاة وماملکت أیمانکم''۔

(۵) ذمیوں کے حقوق: بہت سے لوگ اسلام پر صرف اس لیے معترض ہوتے ہیں کہ اسلام نے غیرمسلموں پر جزیہ لگایا، اور انہیں ایک مخصوص رقم ادا کرنے کا مکلف کیا، یہ جزیہ ایک طرح سے حفاظتی ٹیکس تھا، جس کے عوض میں اسلامی سلطنت میں رہنے والے ذمی کی جان ومال محفوظ ہوجاتی تھی، چنانچہ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ نے اہل شام سے ان کی جان ومال کی حفاظت کے لیے جزیہ لیا جب انہیں خبر پہنچی کہ رومی لشکر اس علاقے میں آگھسا ہے تو انہوں نے اہل شام کا جزیہ یہ کہتے ہوئے انہیں لوٹا دیا کہ اب ہم تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں لیتے ہیں۔ (الخراج لابی یوسف،ص ۱۳۹، وفتوح البلدان للبلاذری،ص ۱۴۳-۱۳۷)

یہ تو چند مثالیں تھیں، اسلام ہر قدم پر حقوق کی حفاظت کا نگہبان ہے، اس نے غلاموں، لونڈیوں، کمزوروں اور ناتوانوں کے حقوق بتائے ہیں، حتی کہ حالت جنگ میں بھی مسلمانوں کو واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ میدان جنگ اور راہ جہاد میں ان پر کیا کیا حقوق عائد ہوتے ہیں۔ تاریخ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس وصیت کو محفوظ رکھا ہے جسے انہوں نے جیش اُسامہ کو شام کی طرف روانہ کرتے ہوئے کی تھی: ''لا تخونوا، ولا تغلوا، ولا تغدروا، ولا تمثلوا، ولا تقتلوا طفلا صغیراً، ولا شیخا کبیراً، ولا امراۃ، ولا تعقروا نخلا ولا تحقروہ، ولا تقطعوا شجرۃ مثمرۃ، ولا تذبحوا شاۃ، ولا بقرۃ ولا بعیرا الا لمأکلة، وسوف تمرون بأقوام قد فرغوا أنفسهم فی الصوامع فدعوهم وما فرغوا أنفسهم له''(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۱۸۹)

خیانت نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا، کسی لاش کا مثلہ نہ کرنا، کسی چھوٹے بچے کو نہ کسی بوڑھے کو اور نہ کسی عورت کو قتل کرنا، کسی کھجور کے درخت کو اکھاڑنا اور نہ ہی اسے جلانا، نہ کسی پھلدار درخت کو کاٹنا، کسی بکری، بقرہ یا اونٹ کو صرف کھانے کے لیے ذبح کرنا تمہارا گذر عنقریب ایسے لوگوں پر ہوگا جو گرجوں میں گوشۂ تنہائی میں ہوں گے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے ہر جنگ میں اس پر عمل کیا ہے، آج جنیوا کنونشن کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے لیکن عملاً اس پر کوئی عمل پیرا نہیں ہوتا ہے، ہر وقت اور ہر زمانے میں مسلمان ان قوانین کی پاسداری کرتے رہے، یہ صرف خشیت الٰہی کا جذبہ تھا جس نے ان قوانین کی پاسداری پر انہیں مجبور کیا تھا کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ''حق الله یسقط بالتوبة وحق العباد لا یسقط بالتوبة ''کہ اللہ کا حق تو توبہ کے ذریعہ معاف ہوسکتا ہے لیکن بندوں کا حق کسی حال میں معاف نہیں ہوسکتا ہے، فکر آخرت اور اعمال کی جوابدہی کے خوف نے انہیں حقوق انسانیت کا پاسبان بنادیا تھا۔

اور یہ خوف الٰہی ہی تھا جس نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ قاضی شریح کے اس فیصلے کو تسلیم کرلیں، جس میں ان کے اس زرہ کو جسے ایک یہودی شخص نے دینے سے انکار کردیا تھا، پھر خلیفہ ہونے کے باوجود انہوں نے قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا کہ زرہ ان کی ملکیت ہے اور جب گواہ میں انہوں نے اپنے بیٹے حضرت حسن بن علی کو پیش کیا تو قاضی نے بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول کرنے سے انکار کردیا، چنانچہ حضرت علی نے اس فیصلے کو تسلیم کیا اور زرہ یہودی کو دے دیا، یہودی اس عدل وانصاف کو دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ (البدایۃ والنہایۃ: ج ۸/۵۰۶)

اگر دنیا آج اسلامی تعلیمات کو اپنا لیتی ہے تو اس انتشار اور ظلم کا دنیا سے خاتمہ ہوجائے گا جس سے پوری دنیا آج پریشان ہے۔

☆☆☆

اللہ کے حقوق اور بندے کے حقوق

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بعض حقوق ہیں جن میں وہ کسی کی شرکت پسند نہیں کرتا، انبیاء کے حقوق ہیں، جن میں دوسرے آدمیوں کو شریک نہیں بناتا اور مومنین کے حقوق باہم مشترک ہیں، چنانچہ صحیحین میں معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھا، آپ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں پھر فرمایا اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا: بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے۔

پس اللہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے، یہی اصل توحید ہے جسے دے کر اس نے تمام رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں، فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (۲۱:۲۵)

”اے پیغمبر! تجھ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں، سب پر یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔“

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النمل:۳۶)

”ہر قوم میں ہم نے اس دعوت کے ساتھ رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“

اس کے خاص حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے سوا کسی سے خوف نہ کھایا جائے۔ فرمایا:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور:۵۲)

”جو اطاعت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ڈرتا ہے اللہ سے تو ایسے ہی لوگ کامیاب رہنے والے ہیں۔“

اس آیت میں اطاعت اللہ اور رسول دونوں کے لیے قرار دی ہے لیکن خشیت وتقویٰ صرف اللہ واحد کے لیے رکھا ہے۔

اسی طرح فرمایا: وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ (التوبہ:۵۹) ”اگر وہ لوگ اللہ اور رسول کی عطا پر راضی ہو جاتے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ عنقریب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہم تو بس اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔“

اس آیت میں عطا کو اللہ اور رسول دونوں میں مشترک رکھا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر:۵۹)

”جو رسول دے اسے لے لو اور جو منع کرے اس سے باز رہو۔“

پس حلال وہی ہے جو رسول نے بتایا ہے اور حرام وہی ہے جسے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور دین وہی ہے جو رسول نے مقرر کر دیا ہے، لیکن تکیہ وبھروسہ صرف اللہ وحدہ ولاشریک لہ پر ہی ہونا چاہیے، چنانچہ فرمایا: وقالوا حسبنا اللہ یہ نہیں کہا کہ حسبنا الرسول یہی بات ایک دوسری آیت میں فرمائی ہے۔

قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (آل عمران:۱۷۳)

”وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“

پھر فرمایا: سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ اس میں فضل کی نسبت صرف اللہ کی طرف کی ہے اور عطا میں رسول کا بھی ذکر کیا ہے کیوں کہ مباح اتنا ہی ہے جتنا رسول دے دے۔ یہ روا نہیں کہ آدمی جتنا لے سکے لے لے، پھر فرمایا انا الی اللہ راغبون اس آیت میں رغبت صرف ایک خدا ہی کی طرف رکھی ہے کسی اور کی طرف نہیں رکھی جیسا کہ فرمایا:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (الانشراح:۷-۸) ”جب تو خالی ہو جائے تو محنت کر اور صرف اپنے پروردگار ہی کی طرف رغبت رکھ“۔ ☆☆

ترجمہ: مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی (ماخوذ: اقتضاء الصراط المستقیم)

حمد

ازقلم سالک بستوی ایم اے، سدھارتھ نگر

تیری قدرت حسیں چاند تاروں میں ہے کوہ میں دشت میں آبشاروں میں ہے
سبز پتّوں میں پھولوں میں خاروں میں ہے باغ ہستی کے رنگیں نظاروں میں ہے
تیری عظمت کی تنویر ہے چار سو
کہہ رہی ہے ہر اک چیز اللہ ہو
ذات تیری نرالی ہے اے ذوالمنن تیری قدرت پہ قرباں ہے چرخ کہن
تیری خوشبو گلستاں میں ہے نغمہ زن لائقِ حمد ہے بادشاہِ زمن
تیری عظمت کی تنویر ہے چار سو
کہہ رہی ہے ہر اک چیز اللہ ہو
میرے مولا تو دنیا کا مختار ہے حکم پہ تیرے قربان سنسار ہے
تیرا فضل وکرم مجھ کو درکار ہے تیرا دربار عالی گہر بار ہے
تیری عظمت کی تنویر ہے چار سو
کہہ رہی ہے ہر اک چیز اللہ ہو
میرے من میں بسادے جمالِ حرم کیا بنائیں گے یہ پتھروں کے صنم
قابل قدر ہے تیرا جاہ و حشم دور کردے کلیجے سے درد والم
تیری عظمت کی تنویر ہے چار سو
کہہ رہی ہے ہر اک چیز اللہ ہو
قلبِ سالک ہے شیدائے خیرالبشر جان دیتا ہے حسن احادیث پر
یہ دعا میری ہے اس کو منظور کر مجھ پہ ہوتی رہے تیری ہردم نظر
تیری عظمت کی تنویر ہے چار سو
کہہ رہی ہے ہر اک چیز اللہ ہو

تحریر: ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر (ریاض)

ڈاکٹر موریس بوکائلے کے قبول اسلام کی کہانی

اردو ترجمہ: اسعد اعظمی (بنارس)

علامہ ڈاکٹر تقی الدین ہلالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۷ء) مراکش کے ایک جلیل القدر عالم اور داعی تھے، اللہ تعالی نے ان کے ذریعہ بہت سا خیر کا کام کرایا۔ وہ پانچ سے زائد بین الاقوامی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے، جن میں جرمنی، فرنچ، انگریزی، اسپینش اور عبرانی زبانیں شامل ہیں۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بڑے گہرے تعلقات تھے، اور اللہ کے دین اور اس دین کی دعوت کے حوالے سے دونوں میں ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی۔

میں نے ان کی زندگی کے آخری دور میں ان سے ملاقات کی تھی، اس وقت ان کی عمر (۹۰) سے تجاوز کر چکی تھی۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر مجھ سے گفتگو کی، اس دوران برابر شاہ عبدالعزیز اور شاہ فیصل رحمہما اللہ کے لیے ان کی زبان سے رحمت کی دعا نکلتی تھی، وہ کہتے تھے کہ اسلام کے تعلق سے ان دونوں شخصیتوں کی خدمات عظیم اور قابل تعریف ہیں۔ اس سلسلے کی بہت ساری باتوں کا آپ نے تذکرہ کیا۔ شاہ فیصل رحمہ اللہ کے بارے میں کہا کہ ان کے عظیم کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مشہور فرانسیسی سرجن ڈاکٹر موریس بوکائلے (۱۹۲۰-۱۹۹۸ء) کے اسلام لانے کا سبب بنے۔ ڈاکٹر موریس بوکائلے نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں واضح کیا ہے کہ قرآن کریم ہی وہ تنہا کتاب ہے کہ جدید تعلیم یافتہ شخص اس کے بارے میں یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا برحق کلام ہے اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہے۔

اور جس کتاب کو عالمی پیمانے پر شہرت حاصل ہوئی اور اشاعت کے بعد مغربی مفکرین کی توجہ مبذول کرانے کا سبب بنی اس کتاب کا نام ہے: ''بائبل، قرآن اور سائنس''۔ یہی کتاب ہلالی صاحب کے ساتھ میری گفتگو کا محور بنی۔ آپ نے اس کے حوالے سے شاہ فیصل کے بارے میں تفصیل سے بات کی، اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بعد آپ ہی ڈاکٹر موریس بوکائلے کے اسلام قبول کرنے کا سبب تھے۔

ہلالی صاحب نے شاہ فیصل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے جب بھی موریس بوکائلے اور ان کی بارہ سے زائد زبانوں میں ترجمہ کی گئی کتابوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو مجھے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ شاہ فیصل کے مقام ومرتبہ اور اسلام کے بارے میں ان کی فکرمندی کے تعلق سے بات کروں، اور یہ بتلاؤں کہ اللہ تعالی نے اس مرد مومن کو کیسی ذہانت دی تھی کہ وہ ڈاکٹر موریس بوکائلے کے اندر انقلاب لانے کا سبب بنے۔ وہ موریس بوکائلے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے دین برحق کے سخت دشمن تھے وہ اس طرح پلٹے کہ گہرے دوست بن گئے اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ نبی اور قرآن کے دفاع میں لگ گئے۔ اور بلاد اسلام کے مفکرین سے پہلے مغربی مفکرین کے دلوں پر دستک دینے لگے۔ یہ محض اللہ کا فضل وکرم تھا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ہلالی صاحب فرماتے ہیں کہ خود ڈاکٹر موریس بوکائلے نے مجھ سے اپنی اس کتاب کی بازگشت کے بارے میں بتلایا جو ان کی متعدد کتابوں میں سے ایک ہے کہ کس طرح کتاب کے شائع ہونے اور ترجمہ ہونے کے بعد عرب سے لے کر مغربی ممالک تک میں اس کو قبول عام حاصل ہوا۔ اور دنیا کے مختلف علاقوں کی یونیورسٹیوں اور سائنسی اداروں سے ڈاکٹر صاحب کو دعوت ملنے لگی کہ کانفرنسوں، سیمیناروں اور یونیورسٹیوں میں وہ لکچر دیں، کتاب کے مشتملات پر گفتگو کریں اور بحث وتحقیق کے بعد جن نتائج تک پہنچے ہیں ان کا عقلی اور سائنسی تجزیہ اور موازنہ کریں۔ اور ایسے تشفی بخش جواب دیں جن سے ثابت ہو کہ قرآن کریم من جانب اللہ ہے اور قرآن میں جو کچھ بھی آیا ہے وہ ان سائنسی حقائق کی روشنی میں درست ثابت ہوا ہے جن تک انسانی عقل پہنچ سکی ہے۔

بالخصوص ایسے حالات میں کہ اس زمانے کے دانشوروں اور سائنس دانوں کی ساری توجہ سائنسی حقائق اور براہین وتجربات پر مبنی تجربات پر مرکوز ہے، اور یہ چیز توریت اور انجیل کے برعکس صرف قرآن کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر موریس بوکائلے نے واضح سائنسی حقائق سے موازنہ کر کے بتلایا ہے اور قرآنی نصوص سے جوڑ کر ثابت کیا ہے۔

میں نے (یعنی مضمون نگار ڈاکٹر شویعر) ہلالی صاحب سے عرض کیا کہ کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ موریس بوکائلے اور شاہ فیصل کے درمیان ہونے والی ملاقات پر روشنی ڈالتے۔ ہلالی صاحب نے اس کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی:

میں عرب اور بالخصوص مراکشی کمیونٹی سے ملنے اور دعوت وتبلیغ کے ارادے سے ہر سال یورپ اور خاص کر فرانس کا سفر کرتا تھا۔ بعض سالوں میں شاہ فیصل علاج کی غرض سے فرانس آتے تھے۔ فرانس کے جو بڑے اور مشہور ڈاکٹر شاہ فیصل کا علاج کرتے تھے ان میں ایک موریس بوکائلے بھی تھے، انہوں نے خود مجھ کو بتلایا کہ اپنے پاس آنے والے مریضوں کے سامنے قرآن کریم کے تعلق سے شکوک وشبہات کا اظہار کرتے تھے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ قرآن محمد کا کلام ہے، اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اور قرآن کے اندر بڑا تعارض ہے۔

موریس بوکائلے کہتے تھے کہ میں وہ شکوک وشبہات پیش کرتا تھا جو مستشرقین کے ذریعے ہم تک پہنچے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں کو شکار کرکے میں عیسائیت میں بھی داخل کردیتا تھا۔ کیوں کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے اور انہیں ان کے مذہب سے پھیر دینے کو میں اپنے مذہبی نقطۂ نظر سے بہت اہم سمجھتا تھا۔ اس لیے کہ بچپن سے ہی ہمارے ذہنوں میں کچھ خرافات بیٹھ گئی تھیں اور بڑے ہونے کے بعد ان کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ ایک سال کی بات ہے کہ جب شاہ فیصل علاج کے لیے آئے تو میں نے سوچا کہ شاہ فیصل کو اگر عیسائیت میں داخل کردیا جائے یا کم ازکم ان کے مذہب کے بارے میں ان کو شک وشبہ میں مبتلا کردیا جائے تو بلا شبہ یہ میری اور عیسائی دعوت کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ چنانچہ ان کے آپریشن کے بعد جب میں ان کے کمرے میں داخل ہوا اور دیکھا کہ ماحول بالکل سازگار ہے تو پوری ہمت مجتمع کرکے میں ان سے گفتگو کرنے بیٹھ گیا۔ کیوں کہ میری یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی مسلمان مریض میرے پاس علاج معالجہ اور آپریشن کے لیے آتا تو اس کی شہرت کے پیش نظر میں اس کا علاج کرتا تھا۔ میرے پاس علاج کے لیے آنے والوں میں اکثر بڑی شخصیتیں اور اپنے ملکوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے والے لوگ ہوتے تھے۔

ڈاکٹر موریس بوکائلے آگے کہتے ہیں کہ شفایاب ہونے والے شخص سے میں کہتا تھا کہ قرآن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آیا وہ اللہ کا کلام ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا ہے، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا کلام ہے اور انہوں نے اس کی جھوٹی نسبت اللہ کی طرف کردی ہے؟ وہ مجھے جواب دیتے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں۔ اس پر میں کہتا کہ میں تو یہ مانتا ہوں کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے، اور نہ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں، پھر وہ خاموش ہوجاتا۔ ایسے ہی ایک زمانے تک میں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سعودی عرب کے بادشاہ فیصل بن عبدالعزیز میرے پاس علاج کے لیے آئے۔ میں نے ان کا علاج کیا، وہ اچھے ہوگئے۔ میں نے مذکورہ بالا سوال ان کے سامنے بھی پیش کیا۔ انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور حق ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور سچے ہیں، اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں اسے سچا نہیں مانتا۔ شاہ فیصل نے پوچھا کہ کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، بار ہا پڑھا ہے اور غور سے پڑھا ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ آپ نے قرآن ہی کی زبان میں اسے پڑھا ہے یا دوسری زبان میں؟ یعنی ترجمہ سے۔

میں نے کہا کہ میں نے اس کی (عربی) زبان میں تو نہیں پڑھا، بلکہ صرف ترجمہ ہی سے پڑھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تب تو آپ مترجم کی تقلید کررہے ہیں اور تقلید والے کے پاس علم نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اسے حقیقت کی واقفیت نہیں ہوتی۔ اسے کوئی چیز بتادی جاتی ہے اور اسی کو وہ صحیح مان لیتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ترجمہ کرنے والا غلطی سے محفوظ نہیں ہوتا بلکہ بالقصد تحریف بھی کرسکتا ہے۔

انہوں نے مجھ سے اقرار لیا کہ آپ عربی زبان سیکھیں، پھر اسی زبان میں قرآن کو پڑھیں اور سمجھیں۔ اس طرح امید ہے کہ آپ کا غلط نظریہ تبدیل ہوجائے گا۔ موریس بوکائلے کہتے ہیں کہ مجھے ان کے جواب پر بڑا تعجب ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ سے پہلے بہت سے مسلمانوں سے میں پوچھ چکا ہوں مگر جواب اگر ملا تو آپ کے پاس ملا۔ میں نے اپنا ہاتھ شاہ فیصل کے ہاتھ میں رکھ کر یہ عہد کیا کہ جب تک میں عربی زبان نہیں سیکھ لیتا تب تک قرآن کے بارے میں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے پرہیز کروں گا۔ میں پہلے عربی زبان سیکھوں گا، پھر قرآن کو اسی کی زبان میں پڑھوں گا اور غور وفکر کروں گا تاکہ صدق یا کذب کی شکل میں نتیجہ سامنے آجائے۔

ڈاکٹر موریس بوکائلے کہتے ہیں کہ میں اسی دن پیرس کی ایک بڑی یونیورسٹی کے عربی شعبہ میں گیا۔ اور ایک استاد سے معاوضے کے ساتھ عربی زبان سیکھنے کی بات طے کی۔ اور اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ روزانہ میرے گھر آئیں گے اور ایک گھنٹہ مجھے عربی سکھائیں گے حتی کہ اتوار کے دن بھی جو کہ چھٹی اور آرام کا دن ہوتا ہے۔ اس طرح میں کئی سال لگا رہا اور ایک دن بھی ناغہ نہیں کیا۔ میں نے اس استاذ سے کل (۷۳۰) گھنٹے پڑھے، ہر گھنٹہ میں ایک سبق پڑھتا تھا۔ عربی زبان سیکھ لینے کے بعد میں نے گہرائی کے ساتھ قرآن کا مطالعہ کیا تو میں نے پایا کہ یہ وہ کتاب ہے جو عصری علوم سے ہم آہنگ ہے اور جو بھی اس پر ایمان لائے گا وہ سمجھ جائے گا کہ وہ منزل من اللہ ہے اور ہر طرح کے حذف واضافہ سے پاک ہے۔ جب کہ توریت وانجیل میں بہت کچھ جھوٹ ہے اسے سچا نہیں مانا جاسکتا، پھر الحمدللہ میں نے اسلام قبول کرلیا۔

☆☆☆

اسلام اور اخلاقِ حسنہ

رابعہ بصری بنت مولانا عبیدالرحمٰن صاحب میمن جوناگڈھیؒ

افراد کے باہمی حقوق وفرائض اور معاشرے کے رشتوں نیز روابط کو عدل وانصاف، ہمدردی وسلامتی کی بنیادوں پر قائم رکھنے کے لئے دو چیزیں از حد ضروری ہیں۔ قانون اور اخلاق، ہماری اور جماعتی زندگی بلکہ ساری دنیا کی عافیت امن وامان اور اس کے صاف ستھرے پن کا انحصار بھی انہیں پر ہے کہ وہ قانونی روابط اور تعلقات میں صاحب حق کے حق کا احترام کریں۔ ورنہ اس کے پیچھے سزا ہے۔ جبکہ اخلاق اس کے ضمیر کی آواز ہے۔ محض سیاست اور تعزیری ضابطوں سے انسان کو ان جماعتی مفادات اور ذمہ داریوں کی پابندی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ جن میں معاشرہ کی اصلاح مضمر ہے اور نہ ہی مجرموں کے دل سے کیفیات مجرمانہ کا ازالہ کیا جاسکتا ہے بلکہ واعظانہ اور حکیمانہ انداز میں اس کے باطنی کمالات کو بیدار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب نے اپنی بنیاد اخلاق پر رکھی ہے اور اس زمین پر جتنے بھی پیغمبر اور مصلح آئے ان سب نے خیر کی دعوت دی ہے۔ لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی سرور کائنات ﷺ کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد اول انسانی معاشرہ کی اصلاح اور بگڑی ہوئی انسانی طباع کی تربیت اور تعلیم کے سواء کچھ نہ تھا۔ اور آپ نے یہی بات اپنی زبان فیض ترجمان سے کہی تھی۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی میں اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینا شروع کر دیا تھا۔

آپ ﷺ روز وشب کی ہر گھڑی میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے۔ اور اس اہم فریضہ سے کسی آن بھی غافل نہیں رہتے۔ آپ ﷺ بلاشبہ اپنے ساتھیوں کو خدائے واحد کی عبادت کی تلقین بھی فرماتے، ان کے سامنے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے احکام پابندی سے دہراتے۔ لیکن احکام دہراتے وقت اپنے رفقاء کے سامنے یہ حقیقت لازماً پیش فرماتے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہو تو اپنی عادتیں سنوارو اور اچھے بااخلاق آدمی بنو کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑی عبادت انسان کا اچھا اخلاق و کردار ہے۔

دراصل اسلام اخلاق حسنہ کو ایمان کی پہچان اور اس کے نتائج وثمرات بتاتا ہے۔ جس مسلمان کے اخلاق جتنے اچھے ہوں گے اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط اور اس کی عبادت مقبول ہوگی۔ لیکن اگر کوئی شخص ایماندار اور عابد ہونے کے باوجود ''اخلاق'' کی دولت سے محروم ہو اور اہل وعیال اعزاء واقربا، دوست واحباب، پڑوسی، اہل وطن اور ساری انسانی برادری تک سے جو تعلق ہے اگر ان سے اچھے اخلاق وکردار سے پیش نہیں آتا تو وہ زبردست غلطی کرتا ہے نیز سزا کا بھی مستحق ہے۔

معلوم ہوا کہ ہمارے اخلاق ہماری ایمانی حالت کی کسوٹی ہیں اور ہم اپنے اخلاق کے آئینے میں اپنی روح کا عکس دیکھ سکتے ہیں اور ہمارے اس دعوے کا ثبوت نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ تمام احادیث ہیں جو بخاری، مسلم، جامع ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مؤمنین میں سب سے اچھا اور مکمل ایمان اس شخص کا ہے کہ جس کا اخلاق وکردار وانداز تکلم طیب ہو، اچھا اخلاق گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے کہ جیسے پانی جسم کو اور بداخلاقی نیک اعمال کو اس طرح خراب کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو (ابن ماجہ) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ پسند وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ (مسلم وابن ماجہ)

توحید ورسالت کے بعد سب سے بڑی خوبی خوش اخلاقی ہے یعنی ہر شخص سے دل کھول کر ملاقات کرنا، بھلی بات زبان سے نکالنا، خیر خواہی کرنا وغیرہ لیکن آج جب ہم اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم اخلاق نبوی ﷺ کو فراموش کر چکے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج بڑوں نے چھوٹوں کے اوپر سے شفقت ومحبت کا ہاتھ اٹھالیا اور پھر چھوٹوں نے بھی اپنے سے بڑوں کے لحاظ کو بالائے طاق رکھدیا۔ افسوس صد افسوس!

یقیناً یہ خرابیاں آج ہمارے معاشرے میں اخلاق وکردار کو یکدم چھوڑنے سے آئی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اچھے اخلاق کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔ حسن الخلق نصف الدین (ابن ماجه)

داعی اسلام کی دوسری تعلیمات کی طرح اخلاقی تعلیم بھی جامع اور مکمل ہے اس

میں شک نہیں کہ دوسرے انبیاء کی طرح آپ کی تعلیمات کا ماخذ حکم خداوندی ہے۔
لیکن اس باب میں انہیں یہ برتری بھی حاصل ہے کہ ان اخلاقی تعلیمات میں حکم خداوندی اور عقلی دقیقہ رسی، فرمان الٰہی، اخلاقی نکتہ دانی اور حکم فطرت نیز کتاب اور حکمت دونوں کی آمیزش ہے۔

ان تعلیمات کی دوسری صفت یہ ہے کہ داعیٔ اسلام ﷺ نے اخلاق حسنہ کی غرض وغایت رب العالمین کی خوشنودی ٹھہرائی ہے۔جیسا کہ ایک حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں۔

احب عباد الله الى الله احسنهم خلقا (ترمذی)

لہٰذا اس طرح اچھے اور پاکیزہ اخلاق، فضائل وافعال کی حیثیت بھی عبادت کی ہوجاتی ہے اور ہر قسم کی دنیاوی نفسیاتی اور ذاتی اغراض سے پاک اور بلند ہوجاتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے اچھے اور برے کاموں کا مدار بھی نیت یعنی قلبی ارادہ پر ہے فرمان رسول ہے۔

انما الاعمال بالنيات (مشکوۃ)

اللہ عزوجل کی نظر میں نیکی کے کام وہ ہیں جن کو انسان اپنے ضمیر کی تسکین یا روحانی مسرت وجدان یا افادہ عام کی غرض سے انجام دے اور اس کے حکم کی حیثیت اور آخرت کے اجروثواب کی نیت اس میں ملحوظ رکھے۔

انسانی فطرت کی طباع کا تنوع اور واقعہ یا حالات سے مختلف لوگوں کے متاثر ہونے کی کیفیت میں ممکنہ اختلافات کا تقاضا ہے کہ جس نظام اخلاق کو کامل واکمل ہونے کا دعویٰ ہو اور متوازن اور معتدل ہو کہ اس میں نرم وگرم جمالی وجلالی دونوں قسم کی قوتوں کا امتزاج پایا جاتا ہو۔کوہ گراں بھی اور آب رواں بھی شعلہ بھی اور شبنم بھی بلکہ ان دونوں میں ایسا توسط اور توازن پیدا کرے کہ امن وعدل، بلند ہمتی واستقلال قوت وحرکت آزادی وحق گوئی، عزم ووقار، رحم وعفو، صبروسکون، رفاقت ومحبت، استغناء وتوکل، سخاوت، شجاعت وبلندنظری وغیرہ وغیرہ

داعی اسلام ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کی تیسری خصوصیت ان کی ہمہ گیری اور محاسن ومفاسد کی تمام جزئیات کی احاطہ بندی ہے۔جبکہ دوسرے اخلاقی اسباب میں سے کسی نے بھی انسان کے تمام اخلاقی احوال وکیفیات کا احاطہ نہیں کیا۔بلکہ ان کی ہدایات اور سلسلۂ تبلیغ صرف ایک قوم یا ایک زمانے کی اصلاح تک محدود ہیں۔

بانی اسلام ﷺ نے تمام اقوام اور ہر زمانے کے حالات کو ملحوظ رکھ کر اخلاقی اصلاحات کی فہرست تیار کی۔سارے محاسن اور مفاسد کھول کر بیان کئے۔ایک کام کا حکم کیا تو دوسرے غلط کام سے روکا۔

حتی کہ ہر اخلاقی اور نفسیاتی کیفیت اور حالت کا کوئی گوشہ توجہ اور ہدایت کا محتاج نہیں رہا۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اسلام نے اپنے اصول واحکام کی تفصیل اس وسعت اور جامعیت سے بیان کی ہے کہ برائیوں کا استیصال ہوگیا اور نیکیوں کے مظاہر عام ہوگئے اس کے برعکس دوسرے مذاہب نے ان کلیات کے جزئیات کی نہایت نامکمل اجمالی تشریح کی ہے۔

اسلام کی مقدس کتاب پر نظر ڈالئے تو اس کے ہر صفحہ پر اخلاقی تعلیمات کے گوہر آبدار ملیں گے۔

اور داعیٔ اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال حکیمانہ کو دیکھئے تو اسلامی اخلاقیات کی تشریح وتفسیر کی وسعت سمٹے نہیں سمٹے گی۔

رسول اکرم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کی ایک خوبی جو اور دوسرے مکاتب اخلاق پر فوقیت دیتی ہے وہ اس معلم کائنات کا عظیم الشان اسلوب تعلیم ہے۔اخلاق وکردار کے سارے معلموں پر نظر ڈالئے اور بغور دیکھئے کہ یہ تکمیل کی شان سب سے زیادہ ان کے سوا کسی میں نہ تھی۔نہ ہے اور نا ہی ہوگی!

جس کی نسبت صحیفۂ وحی سے بار بار اعلان کیا گیا کہ وہ ان کو اللہ کی آیات سناتا اور ان کو پاک وصاف بناتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں ہمیں بے مثال جامعیت ملتی ہے۔
آپ کی سیرت سے زندگی کے تمام پہلو بالکل واضح اور ابھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ ﷺ نے عرصۂ حیات میں ایک یتیم کی حیثیت سے قدم رکھا۔آپ کی زندگی میں ظلم کے پہاڑ بھی توڑے گئے۔مصیبتوں آزمائشوں کی آندھیاں بھی آئیں۔ ناکامیابی کا اندھیرا بھی چھایا اور فتح مندی وکامرانی کے شادیانے بھی ادب کے دائرہ میں بجے۔قوت وحکمت کے پرچم بھی لہرائے نیز مسرتوں کے پھول بھی کھلے۔

امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیا۔البتہ اگر کوئی شریعت مطہرہ کے حقوق کو پامال کرتا تو آپ اس کو سزا دیا کرتے تھے۔نیز دشمن ہو یا دوست ہر ایک سے اخلاق سے پیش آتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ساری داستان ایک ہی جملہ میں کہہ دی كان خلقه القرآن کہ آپ ﷺ کا اخلاق من وعن قرآن کریم تھا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو اپنے اپنے اخلاق درست کرنے کی توفیق عطا کرے۔آمین

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ کے سابق ناظم اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوریٰ جناب محمد شعیب انصاری صاحب کا سانحہ ارتحال

دہلی: ۲۶/ستمبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ کے سابق ناظم، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوریٰ اور جامعہ مصباح العلوم جھوم پورہ اڈیشہ کے ناظم جناب محمد شعیب انصاری صاحب کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو جماعت وجمعیت نیز ملک وملت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔ جن کا گزشتہ کل 25/ستمبر 2020 کو تقریبا 9/بجے شب بعمر 65 سال آبائی وطن جھوم پورہ میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امیر محترم نے کہا کہ جناب محمد شعیب انصاری صاحب نہایت خلیق وملنسار اور بڑے مہمان نواز تھے اور دینی، جماعتی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ کے بہت دنوں تک ذمہ دار رہے اور سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ جناب ماسٹر حمایت اللہ بخاری حفظہ اللہ کی قیادت ورہنمائی اور موجودہ امیر جناب مولانا طہ سعید خالد المدنی صاحب کی امارت وقیادت میں صوبے کے اندر ہمہ جہت کام انجام دیتے رہے۔ جس کے اثرات واضح طور پر محسوس کیے جاتے ہیں۔ آپ نے جامعہ مصباح العلوم جھوم پورہ کی خدمت بھی مثالی طور پر انجام دی اور تادم واپسیں اس کی تعمیر وترقی میں لگے رہے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ جناب محمد شعیب انصاری صاحب مرکزی جمعیت کے کاز سے بھی بڑی دلچسپی رکھتے تھے، اس کی میٹنگوں اور اجلاسوں میں پابندی کے ساتھ شریک ہوتے تھے اور اس کا مالی، اخلاقی اور تنظیمی ہر سطح پر تعاون کرنے کے لیے مستعد رہتے تھے۔ ان کی وفات سے اڈیشہ میں بڑا جماعتی خلا واقع ہوگیا ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی ایک ہمدرد اور مخلص ساتھی اور پیارے بھائی سے محروم ہونے کے صدمے سے بے حد دوچار ہوں۔

امیر محترم نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے بعض میقات میں یہ عزم کیا تھا کہ دعوتی، تعلیمی، تعمیری اور رفاہی کاموں کے علاوہ جمعیت کے پاس بطور آمدنی اوقاف اراضی وغیرہ کی فراہمی کی کوشش کی جائے کیوں کہ جمعیت کی تاسیس پر تقریباً سو سال گزرنے کے بعد بھی چند پیسے کا مستقل ذریعہ آمدنی نہیں تھا۔ لہٰذا اس سمت میں بھی منظم کوشش ہوئی اور اس کام کے لیے جو کمیٹی بنی اس کا کنوینر برادر مکرم محمد شعیب انصاری رحمہ اللہ کو محض اس وجہ سے نامزد کیا گیا کہ وہ جمعیت کے کاموں سے دلچسپی رکھنے کے ساتھ ساتھ وقت بھی نکال لیتے ہیں اور یقیناً انہوں نے اس سلسلہ میں بیحد کوشش کی اور جریدہ ترجمان میں مسلسل کئی سالوں تک اپیلیں بھی جاری کی گئیں لیکن دیگر بہت سے مالی معاملات کی طرح بڑی مایوسی ہاتھ آئی ۔ یہ تو اللہ کا کرم ہوا کہ بعد میں ایک قطعہ اراضی برائے آمدنی ایک تھوڑی سی رقم میں خریدا گیا جو مختصر ہی سہی آمدنی کا ذریعہ ہے۔ البتہ وہ قطعہ مرور ایام کے ساتھ بذاتِ خود جمعیت کا بیش قیمت اثاثہ وملکیت بن چکا ہے۔ ماشاء اللہ

پریس ریلیز کے مطابق جناب محمد شعیب انصاری صاحب کی تدفین آج صبح چھ بجے جھوم پورہ میں عمل میں آئی ۔ پسماندگان میں اہلیہ، 4 صاحبزادے ثاقب انصاری، ثمین انصاری، سالک انصاری، سالم انصاری سلمہم اللہ، دو صاحبزادیاں اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے ، جملہ پسماندگان کو صبر وسلوان عطا کرے۔ اور جماعت وجمعیت اور جامعہ مصباح العلوم جھومپورہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور اس کی تعمیر وترقی کے لیے اسباب میسر فرماتا رہے، آمین یارب العلمین۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران واراکین اور کارکنان نے بھی شعیب انصاری صاحب کے انتقال پر پسماندگان سے دلی تعزیت کی ہے اور ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

بابری مسجد انہدام معاملے میں سی بی آئی عدالت کا فیصلہ تعجب خیز

دہلی: یکم/اکتوبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں بابری مسجد انہدام معاملے میں ۲۸/سال بعد آئے سی بی آئی عدالت کے فیصلے پر تعجب وحیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس طرح کے فیصلوں سے عوام کا عدلیہ پر سے بھروسہ اٹھ جائے گا جس سے نہ صرف متاثرہ فریق کا خسارہ ہوگا بلکہ ملک کی تکثیری فضا اور جمہوریت کی روح بھی متاثر ہوگی۔ نیز یہ کہ ایک ایسا افسوس ناک ومذموم واقعہ جو کہ دن کے اجالے میں اور انتظامیہ کی موجودگی میں بدقسمتی سے وقوع پذیر ہوا اور جس جرم کے ارتکاب کا بعض ملزمین نے عدلیہ سے باہر اقرار بھی کیا ہے اس سلسلہ میں ملزمین کو کلین چٹ دے دینا بہر حال عدل وانصاف کا تقاضہ نہیں ہے۔ اسی طرح شواہد کی کمی کی بات حکومت وانتظامیہ کے آئین ودستور کے تئیں غیر ذمہ دارانہ رویے کی گواہی دیتی ہے کیوں کہ دنیا جانتی ہے کہ ۲۸/سال قبل ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کو ہی شہید نہیں کیا گیا تھا بلکہ ملک کے آئین ونظام پر بھی حملہ ہوا تھا جس کی حفاظت میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت وانتظامیہ ناکام رہی ہیں۔ تعجب اس بات پر بھی ہے کہ دس ماہ قبل عدالت عظمیٰ نے جسے کرمنل ایکٹ قرار دیا تھا اس فیصلے میں اس کی بھی رعایت نہیں کی گئی۔ آخر ہمارا عدالتی سسٹم کس طرف جارہا ہے۔ اس موقع پر بھی عوام کا صبر وتحمل قابل تحسین ہے۔

پریس ریلیز میں ہاتھرس عصمت دری کیس کی بھی پرزور مذمت کی گئی ہے اور حکومتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات کی تحقیق کرکے اصل مجرمین کو قرار واقعی سزا دیں تاکہ دوبارہ کوئی اس کی جرأت نہ کرسکے۔ ☆☆

المعہد الاسلامی آزاد نگر کچھ گجرات کے بانی، بزرگ عالم دین مولانا امیر الحسن صاحب ندوی کا انتقال پُرملال: یہ خبرنہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ گھوریوالی کچھ گجرات کے بزرگ عالم دین اور مشہور سیاسی رہنما مولانا امیر الحسن بن پیر محمد ندوی کا مورخہ ۲۷/ستمبر ۲۰۲۰ء کو بعمر 70 اپنے آبائی وطن میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مولانا ندوی صاحب بڑے ملنسار، مہمان نواز انسان تھے۔ان کا تعلق کچھ کے مشہور دینی گھرانے سے تھا۔ ابتدائی تعلیم کچھ کے مشہور عالم دین، سابق امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث کچھ مولانا عبداللہ سوئیلے رحمہ اللہ سے حاصل کی، پھراعلی تعلیم کی غرض سے شمالی ہند کی معروف قدیم دینی درسگاہ جامعہ سلفیہ شکراوہ میوات اور بعدازاں ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے۔ 1971 میں آپ کی فراغت ہوئی۔ اسی سال آپ نے قوم کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے شری گاندھی ومولانا آزاد آشرم شالہ کی بنیادرکھی، جس کے زیرنگرانی کئی اسکول وادارے چل رہے ہیں۔اورعوام وخواص اس سے مستفید ہورہے ہیں۔اس کے علاوہ آپ المعہد الاسلامی آزادنگر کچھ گجرات کے بھی بانی تھے۔

1979 میں آپ کا سیاسی سفرشروع ہوا اور ضلع پنچایت کے الیکشن میں کامیابی حاصل کی۔مختلف ادوار میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کی سیاسی زندگی کا سفراب تک جاری تھا۔

مگرافسوس کہ بتاریخ 27 ستمبر 2020 علاقہ کچھ گجرات کا یہ سورج ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ان کی نماز جنازہ اگلی صبح دس بجے ادا کی گئی۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے،جنۃ الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے، پسماندگان ومتعلقین کوصبر کی توفیق دے۔اور جماعت وجمعیت اہل حدیث کچھ وگجرات کوان کانعم البدل عطافرمائے۔ آمین (ادارہ)

جامعہ سلفیہ بنارس کے سابق موقر استاذ مولانا محمد حنیف مدنی(چمپارنی) رحمہ اللہ کی اہلیہ کا انتقال پرملال: نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبرسنی گئی کہ جامعہ سلفیہ بنارس کے سابق موقرونامور استاذ مولانا حنیف مدنی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد آج بتاریخ یکم اکتوبر 2020ء اللہ کو پیاری ہوگئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آپ با اخلاق،مہمان نواز اورصوم وصلاۃ کی پابند تھیں۔

واضح رہے کہ مولانا محمد حنیف مدنی صاحبؒ اپنے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے اپنے بڑے صاحبزادے عزیزم عطاء اللہ سلمہ کے یہاں مئو منتقل ہوگئے تھے وہیں پران کا طویل علالت کے بعدانتقال ہوگیا۔ اوریوں وہ اپنے پیچھے اہلیہ محترمہ، صاحبزادے عطاء اللہ سلمہ اللہ،مولانا ذکاء اللہ سلفی سلمہ اللہ،عزیزم ثناء اللہ سلمہ اللہ ،عزیزم عبیداللہ سلمہ اللہ اور تین بیٹیاں صفیہ، زینب اور رقیہ سلمہن اللہ اور ہزاروں سوگواروں اورشاگردوں کوچھوڑکر اللہ کو پیارے ہوگئے۔اب ان کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔مرحومہ اکثر اپنے بڑے بیٹے عطاء اللہ سلمہ کے ہمراہ مئو میں مقیم رہتی تھیں اور کچھ عرصہ تک جونپور اپنے دوسرے لڑکے ذکاء اللہ سلمہ کے ساتھ بھی رہیں اور پھراپنی سب سے چھوٹی بیٹی عزیزہ رقیہ سلمہا جوایک کالج میں لکچرر ہیں کے یہاں بغرض علاج گئی ہوئی تھیں وہیں قضا آئی اور انھیں لے چلی۔موت سے کس کو رستگاری ہے۔دراصل موت ہی ایک ایسی اٹل حقیقت اور اندوہناک منظر وماحول پیدا کرتی ہے جس میں انسان دنیا اوراس کے جھمیلوں کوبھول کرحقیقت پسندی اور دین وایمان کی طرف آجاتا ہے۔اوراس سے بڑا واعظ اوراس سے زیادہ لذتوں کوتوڑنے والا کوئی نہیں۔ یعنی وہ لایعنی باتوں اور دنیا کی چند روزہ عیش وآرام اوروقتی دلچسپیوں اورگھماؤ پھراؤ اورتلبیس وتضلیل سے انسان کوروک دیتی ہے۔مگر کچھ ایسے بھی سنگ دل ہوتے ہیں جو ایسے وقت میں بھی توبہ وانابت اوررقت قلب اورطلب عفو ومغفرت کے بجائے فتنہ وفساداورشکوک وشبہات اورنفرت ونفاق کی آبیاری کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہرشر سے اور وسواس الخناس من الجنۃ والناس سے حفاظت فرمائے۔مولانا اوران کی اہلیہ کی مغفرت فرمائے ۔کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور آخری وقت تک جوان سے لگاؤ واحترام اورتعاون رہا اسے قبول فرمائے۔خصوصاً گھریلوں اور ذاتی معاملات میں جس طرح دخیل وسہیم اور مصلح ومحسن مانتے اورشکریہ ادا کرتے تھے اسے قبول فرمائے۔

اللہ تعالی آپ کی نیکیوں کوشرف قبولیت بخشے، بشری لغزشوں کومعاف فرما کر جنت الفردوس کامکیں بنائے، جملہ پسماندگان کوصبروسلوان عطا کرے،آمین یارب العلمین ۔(شریک غم ودعا گو:اصغرعلی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

(مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر ، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جملہ ذمہ داران و کارکنان نے مذکورہ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ھے)

☆☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ
''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلنڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

'' المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیر ۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور داخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔011-26946205, 23273407، موبائل:09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت: **مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**